''متاع خامۂ دل''

بہار ان کے لئے ہے خزاں ہے کس کے لئے
''متاع خامۂ'' دل ہے یہ باغباں بولا

مؤلف
مولانا محمد خالد فیصل ندوی غازی پوری

جمعیة المعارف الاسلامیة
ٹیگور مارگ، نزد دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
فون نمبر: 9984778800
E-mail;JMI_LKO@YAHOO.CO.IN

(جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں)

طبع اول

جمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ھ - جنوری ۲۰۲۲ء

نام کتاب	:	''متاعِ خامۂ دل''
مؤلف	:	مولانا محمد خالد فیصل ندوی غازی پوری
صفحات	:	۹۶
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
طباعت	:	ورک لائن پریس، لکھنؤ
قیمت	:	۷۰/روپے

ناشر

جمعية المعارف الاسلامية

ٹیگور مارگ، نزد دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

فون نمبر:9984778800

E-mail:JMI_LKO@YAHOO.CO.IN

فہرست مضامین

''متاعِ خامۂ دل''

	مضامین	صفحہ
۱	مقدمہ ''متاعِ خامۂ دل'': حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ	۵
۲	ایک تاثر کتاب اور مصنف کتاب کے بارے میں: مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	۶
۳	تقریظ: مولانا سید جعفر مسعود حسنی ندوی	۸
۴	تأثرات: مولانا محمد زکریا سنبھلی	۱۲
۵	حرفے چند-تأثراتی تجزیہ: مولانا محمد علاء الدین ندوی	۱۴
۶	تأثرات: مولانا ضیاء الدین ندوی قاسمی خیرآبادی	۲۰
۷	عرض حال: مولانا خالد فیصل ندوی غازی پوری	۲۱
۸	''حمد باری تعالیٰ''	۲۴
۹	''نعت پاک''	۲۵- ۳۳
۱۰	''غزل'' ۱-۴۱	۳۴- ۷۷
۱۱	''اردو کی فریاد''	۷۸
۱۲	مہ رمضان آیا ہے	۷۹
۱۳	استقبالیہ بحضور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۸۱

۱۴	قصبہ کرسی میں بزم اہل علم کا طرحی مشاعرہ	۸۲
۱۵	منقبت حضرت مولانا علی میاںؒ	۸۳
۱۶	گلہائے عقیدت	۸۵
۱۷	ترانہ "جامعۃ الامام احمد السرھندی الاسلامیہ"	۸۷
۱۸	ترانہ "جامعہ دارارقم"	۹۰
۱۹	ترانہ "جمعیت پیام امن"	۹۲
۲۰	ترانہ "جامعۃ الہدایۃ"	۹۳
۲۱	اک پیکر خلوص جہاں سے گزر گیا	۹۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ "متاع خامۂ دل"

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین و خاتم النبیین محمد بن عبداللّٰہ الأمین و علی آلہ وصحبہ أجمعین أما بعد۔

اللہ رب العزت نے انسان کو زمینی مخلوقات میں اعلیٰ درجہ کی مخلوق بنایا ہے اور عقل اور دل کو ایک دوسرے کے لئے فطری ساتھی بنایا ہے اور ان دونوں کو ہمدردی کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے لیکن کبھی کبھی ایک دوسرے کے اثر سے باہر آجاتا ہے اور خاص طور پر کلام کے اندر ایک نئی کیفیت پیدا کر دیتا ہے، اس میں اس کی زبان کی کارگری معاون ہو جاتی ہے اور عبارت کی زور سے موزوں کلام شعر وادب بن جاتا ہے اور کلام اپنی صلاحیت کے مطابق مضامین شعری قالب میں زیادہ پرتاثیر ہو جاتا ہے اور خاص طور پر غزل کلام زیادہ پراثر ہوتا ہے، غزل میں پراثری زیادہ ہوتی ہے، آدمی کبھی واقعات سے اثر لیتا ہے اور کبھی شخصیات سے اثر لیتا ہے، اس طرح اس کا جھکاؤ کبھی ایک طرف ہوتا ہے اور کبھی دوسری طرف ہوتا ہے۔

ہمارے پیش نظر ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا محمد خالد فیصل ندوی غازیپوری کا کلام ہے اس میں دونوں صفتوں کو دیکھا جا سکتا ہے اس کو پڑھ کر محسوس کیا جا سکتا ہے دونوں اوصاف کو نبھانا اچھا نمونہ ہے، مولانا کی علمی وادبی صلاحیتوں کی وجہ سے یہ پرتاثیر اور باعث قدردانی ہے، وہ ایک موثر مقرر بھی ہیں اور تاثیر کلام کی صلاحیت ان کے اس مجموعہ سے بھی ظاہر ہے، ہمارے دانشگاہ علم وادب وفن اس سے مستفید ہونگے، اللہ تعالیٰ مفید بنائے آمین۔

محمد رابع حسنی ندوی

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ

۱۷ نومبر ۲۰۲۱ء

ایک تاثر کتاب اور مصنف کتاب کے بارے میں

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين محمد وعلى آله وصحبه أجمعين:

اس عالم آب وگل میں سب سے زیادہ قیمتی شے علم وادب ہے اور زندگی کو فقہ وبصیرت کے زیور سے آراستہ کرنے میں علم وادب کا کردار انتہائی اہم اور قابل رشک ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم سے یہ عظیم نعمت اپنے ان مخلص بندوں کو عطا فرماتے ہیں جو ایمان ویقین کے زیور سے آراستہ ہوتے ہیں اور اپنی زندگی میں مثالی شان رکھتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دست حاجت دراز کرنے والے بندے ہر موقع پر کامیابی سے سرفراز ہوتے ہیں اور معاشرہ کو پاکیزگی اور بلندی عطا کرنے میں قائدانہ کردار ادا کرتے ہیں اور ایمان وعمل کے میدان میں ان کی سطح بلند ہوتی ہے اور ''متاع خامۂ دل'' بن جاتا ہے، اس کتاب کے مصنف کو اللہ تعالیٰ نے مختلف الجہات خوبیوں سے نوازا ہے وہ نہ صرف عالم دین ہیں بلکہ زبان وقلم کی پاکیزگی اور فکر ونظر کی بلندی میں بھی ایک قابل قدر شخصیت کے مالک ہیں، اور بیک وقت وہ عالم وداعی، ادیب وشاعر اور مقرر وخطیب ہیں اور عمل صالح کا نمونہ پیش کرنے کی سعادت بھی ان کو حاصل ہے، پیش نظر کتاب اگرچہ ان کے پاکیزہ، شاعرانہ اسلوب کا ایک قابل قدر نمونہ ہے لیکن وہ عربی زبان وادب اور کتاب وسنت کی باریکیوں سے بھی پوری طرح واقف ہیں اور ادیب وخطیب ہونے کے ساتھ ایک اچھے شاعر بھی ہیں۔

پیش نظر کتاب ان کی اسلامی فکر اور نعتیہ شاعری کا نمونہ ہے، اس میں حمد ونعت اور پاکیزہ ادبی غزلوں پر مشتمل ایک حسین مجموعہ کو پیش کر کے اپنی ادبی چاشنی کو پیش کرنے کا

اسلوب اختیار کیا گیا ہے، اس مجموعہ میں حضرت علامہ سید نا شیخ ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں تشریف آوری کے وقت ایک استقبالیہ نظم ہر اعتبار سے انتہائی معنی خیز ہے اور اس عظیم شخصیت کی بہترین نمائندگی کی مثال پیش کرتی ہے اور اس کے ساتھ حضرت والا سے بے مثال عقیدت کے اظہار میں حضرت کی منقبت میں ایک بہترین اسلامی شاعری کا عکس جمیل بھی درج ہے۔ اور اخیر میں جمعیۃ کا ترانہ پیش کر کے اس مجموعہ کو گل وگلزار بنادیا گیا ہے۔ میرے لئے باعث شکر اور قابل فخر ہے کہ اس مجموعہ کے مرتب اور گلستان علم وادب سے فیضیاب شیخ الحدیث، عالم دین، خطیب بے مثال اور اعلیٰ کردار کی حامل شخصیت مولانا محمد خالد فیصل غازیپوری ندوی کو پر خلوص نذرانہ محبت وعرفان پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور ان کے لافانی انعامات کا ایک بار پھر ذکر کر کے اپنی اس مختصر گفتگو پر اکتفا کروں اور دل کی گہرائیوں سے صاحب علم وقلم مولانا محمد خالد فیصل ندوی کو نذرانۂ محبت واخوت پیش کروں۔ اور من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے سبق کو دہرانے کی سعادت حاصل کروں۔ واللہ ولی التوفیق والسعادہ لعبادہ المخلصین۔

کاتب مخلص

ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی

مدیر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو

۲۸/اکتوبر ۲۰۲۱ء

تقریظ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء وخاتم المرسلین محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین وبعد۔

نعتِ پاک اور غزل کے اشعار کا یہ دلکش مجموعہ آپ کے ہاتھ میں ہے، نعتِ پاک کا تو کہنا ہی کیا، پڑھتے جایئے محبت میں ڈوبتے جایئے، دل کی بھٹی اپنی گرماتے جایئے، عشق نبوی کی آنچ تیز سے تیز تر کرتے جایئے، عقیدت ومحبت کی پر کیف ومعطر فضا میں اپنا کچھ وقت گزار کر خود مہکیئے اور دوسروں کو مہکاتے جایئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت ہی وہ برگزیدہ جماعت تھی جس نے اپنے محبوب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا، ہماری محرومی کہ نہ تو ہم اپنے پیارے نبی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے اور نہ آپ کی آواز اپنے کانوں سے سن سکے، ہاں تو احسان ہے ہم پر ہمارے سیرت نگاروں اور ان نعت گو شعراء کا جنہوں نے عشق ومحبت اور درد وسوز میں ڈوبے ہوئے اپنے اشعار سے ہماری اس محرومی کا کچھ حد تک ازالہ کیا۔

نعت کی راہ شاعری کی مشکل ترین راہوں میں سے ایک ہے، نہایت نازک اور انتہائی پر خطر ہے، اس کی نزاکت کا یہ عالم ہے کہ ذرا سی کمی ہو تو خطرہ، ذرا سی زیادتی ہو تو خطرہ، ذرا سا بائیں ہوئے تو خطرہ، ذرا سا دائیں ہوئے تو خطرہ، ذرا سی اونچ ہوئی تو خطرہ، ذرا سی نیچ ہوئی تو خطرہ، فن شاعری میں پل صراط کی حیثیت رکھنے والی اس راہ میں اتنا توازن برقرار رکھنا یقیناً ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔

اظہار پر چاہے آپ کو جتنی قدرت ہو، تعبیر کا چاہے آپ کو جتنا ملکہ ہو، فصاحت بھلے آپ کے آگے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی ہو، بلاغت بھلے صبح وشام آکر آپ کی بلائیں لیتی ہو اور شاعری کے اصول وضوابط سے چاہے آپ کو جتنی واقفیت ہو، اگر حقیقی عشق ومحبت اور درد وسوز سے آپ کا دل خالی ہے تو آپ کی نعتیہ شاعری بے روح اور بے جان ہے، سوز جتنا بڑھے گا درد میں

جتنا اضافہ ہوگا، عشق کی آنچ جتنی تیز ہوگی، محبت کی آگ جتنی بھڑ کے گی، اتنی ہی آپ کے اشعار میں تاثیر، حرارت اور قوت بڑھے گی، اگر کوئی یہ دعوی کرتا ہے کہ وہ اپنی قادر الکلامی، معجز بیانی اور طلاقت لسانی سے ممدوح رب العالمین کا تذکرہ اس کی شایان شان کرسکتا ہے اور تذکرہ کر کے اس کے مقام کی بلندی کا حق ادا کرسکتا ہے تو یہ اس کی غلط فہمی اور خام خیالی ہے، علامہ شبلی نعمانی سے بڑھ کر اس دعوی کا حق کس کو ہوسکتا ہے، لیکن ذرا دیکھیے کہ وہ بھی اس معاملہ میں اپنی بے مائیگی اور عجز بیان کا اظہار کس طرح کرتے ہیں:

فرشتوں میں یہ چرچا ہے کہ نعت سرور عالم دبیر چرخ لکھتا یا کہ خود روح الامین لکھتے

صدا یہ بارگاہ عالم قدوس سے آئی کہ یہ ہے اور ہی کچھ چیز لکھتے تو ہم لکھتے

بقول پروفیسر اشرف سلیمانی: ”نعت عشاق نبوی کے قلوب کی ترجمان، ان کے دردمند دلوں کی فغاں اور سوختہ زبانوں کے لیے راحت جان ہے، کہیں یہ محبت کی پکار ہے تو کہیں درد کا اظہار، کہیں مہمیز شوق کی تسلی ہے تو کہیں وارفتگی کا علاج، کہیں ناصبوری کا مداوا ہے تو کہیں کیف حضوری کا سبب، غرض نعت اپنی گوناگوں جلوہ طرازیوں سے اہل ظاہر ہوں یا اہل باطن، رند بادہ خوار ہوں یا زاہدان شب زندہ دار، علماء ہوں، یا زاویہ نشینان، ہر ایک کو اس کے ظرف کے مطابق نوازتی اور گرماتی ہے اور ان میں عشق نبوی کی آگ سلگاتی اور بھڑکاتی ہے“۔

اردو کی نعتیہ شاعری کا اپنا ایک الگ رنگ اور اپنا ایک الگ مزاج ہے، دوری اور مہجوری نے اس میں جذبات کی وہ گرمی پیدا کردی ہے کہ دل ہے پگھلتا جاتا ہے اور آنکھوں سے اشکوں کا ایک سیلاب رواں ہوجاتا ہے، نعتیہ مشاعروں میں شرکت کا موقع اگر آپ کو ملا ہو تو آپ کا دل اس بات کی گواہی دے گا، نعتیہ مشاعروں کا اہتمام شائد ہی کسی ملک میں اس طرح ہوتا ہو جس طرح ہمارے ملک ہندوستان میں ہوتا ہے اور شائد ہی ہمارے ملک میں کوئی مسلمان شاعر ایسا ہو خواہ وہ شاعری کی کسی بھی صنف سے تعلق رکھتا ہو جو نعتیہ اشعار کہنا اپنے لیے باعث شرف، باعث برکت اور باعث

نجات نہ سمجھتا ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا تو یہ عالم ہے کہ ہمارے ملک کے غیر مسلم شعراء کے یہاں بھی نعتیہ اشعار کا بڑا ذخیرہ ملتا ہے۔

نعتیہ اشعار کا یہ سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں شروع ہو چکا تھا، آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک یہ جاری رہے گا، اتنے طویل عرصہ تک اور اتنے وسیع رقبہ میں اور اتنی مختلف زبانوں میں اس مبارک سلسلہ کا جاری رہنا یہ خود نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے۔

اب آیئے بات کرتے ہیں غزل کی، اس مجموعہ میں بڑا حصہ غزل کا ہے، عشق ومحبت کی آگ وہاں بھی تھی اور یہاں بھی ہے، لیکن عشق عشق میں فرق ہے، ایک عشق نکما بناتا ہے، غالب سے بڑھ کر کون اس کی گواہی دے گا، کہتے ہیں:

عشق نے غالب نکما کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

دوسرا عشق مس خام کو کندن بناتا ہے، الطاف حسین حالی نے کیا خوب کہا ہے:

مس خام کو جس نے کندن بنایا کھرا کھوٹا الگ کر دکھایا

وہ نکما نہیں مجلی کرتا ہے، عارف باللہ مولانا محمد احمد پرتاب گڈھیؒ غالب کے شعر میں ترمیم کرتے ہوئے عشق نبوی کے بارے میں کہتے ہیں:

عشق نے غالب مجلی کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے نام کے

غزل کے سلسلہ میں ڈاکٹر یوسف حسین خان لکھتے ہیں کہ ''ہر غزل گو شاعر کے کلام میں ہمیں ایک قسم کی مخصوص فضا ملتی ہے، جو اس شاعر کی داخلی کیفیات اور ان تمدنی احوال کا نتیجہ ہوتی ہے، جن میں اس نے نشوونما پائی ہے، حسرت اور جگر کے یہاں حسن وعشق کے معاملوں کا اظہار اس سے ایک حد تک مختلف ہے جو ہمیں میر اور غالب اور مومن کے ہاں ملتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو، دنیا کی ہر چیز ادلتی بدلتی رہتی ہے، آج ہمارا لباس، ہماری معاشرت اور طرز فکر وہ نہیں جو اگلے زمانہ کے لوگوں کا تھا، ہمارے موجودہ دور کا غزل گو شاعر جدید دنیا کے تقاضوں اور تجربوں کے مدنظر حسن وعشق کو جس نقطہ نظر سے دیکھتا ہے، اس کی مثال اردو کے ابتدائی یا درمیانی

دور کے شاعروں کے یہاں نہیں ملتی، وہ اب احساس جمال کو حیات وکائنات کے سمجھنے کے لیے بہ طورقدر استعمال کرتا ہے جس سے اس کے پیش رو بڑی حد تک نابلد تھے اور اگر واقف تھے تو بالکل مبہم طور پر"۔

یہ چیز ہمیں مولانا محمد خالد غازیپوری صاحب ندوی کی غزلوں میں بھی نمایاں طور پر نظر آتی ہے جس ماحول میں ان کی پرورش ہوئی، جو حالات ان کو پیش آئے، جن تجربات سے ان کو گزرنا پڑا جن لوگوں سے ان کو سامنا پڑااور جن واقعات اور حوادث کی بنیاد پر ان کا مزاج بنا، اس کی جھلک ان کی غزلوں میں صاف نظر آتی ہے۔

معروف ادیب وناقد سید مسعود حسن رضوی ادیب لکھتے ہیں کہ: "ایک طرف معاشرت میں تبدیلیاں ہورہی ہیں، دوسری طرف مذہب سے بداعتقادی، تصوف سے بدظنی اور روحانیت سے بے اعتنائی عام ہوتی جاتی ہے اور عشق حقیقی اور عشق صادق کے تصورات دھندلے ہوتے جاتے ہیں، ان حالات کے نتیجہ میں ہماری غزل کا رنگ بدلے گا اور بدل رہا ہے اور اس کے مضامین کے ساتھ اس کی زبان میں بھی تبدیلیاں ہوں گی اور ہورہی ہیں"۔

موجودہ دور کی ان تمام تبدیلیوں کے باوجود مولانا کی شاعری میں ہمیں وہ رنگ نظر آتا ہے جس کو ہم مذہبی بھی کہہ سکتے ہیں، روحانی بھی کہہ سکتے ہیں اور صوفیانہ بھی کہہ سکتے ہیں؛ کیونکہ ان ہی رنگوں کے درمیان ان کا وقت گذرا اور گذر رہا ہے، تو کیوں نہ اس کی چھاپ ان کی غزلوں میں نظر آئے گی۔

لائق مبارکباد ہیں مولانا محمد خالد فیصل غازیپوری صاحب ندوی کہ ان کے کہے ہوئے نعت پاک اور غزل کے اشعار کا یہ خوبصورت مجموعہ طباعت کے مراحل سے گزر کر آپ کے ہاتھ میں ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کو قبول فرمائے اور اس کے نفع کو عام کرے۔

جعفر مسعود حسنی ندوی

چیف ایڈیٹر "الرائد"، ندوۃ العلماء لکھنو

۱۶ر نومبر ۲۰۲۱ء

تأثرات

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی
ایک طرفہ تماشہ ہے حسرت کی طبیعت بھی

(حسرت موہانی)

دار العلوم ندوۃ العلماء کے صف اول کے استاذ جناب مولانا محمد خالد صاحب غازی پوری دار العلوم ندوۃ العلماء میں بڑی بڑی کتابیں پڑھاتے ہیں، اور جناب گھنٹوں گھنٹوں اسٹیج پر تقریر کرنے والے مقرر بھی ہیں اور بکثرت تقریروں کے لئے بلوائے جاتے ہیں، اور حضرت جاتے بھی ہیں، انتظامی صلاحیت اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کی قابلیت بھی رکھتے ہیں یہ سب باتیں عرصہ سے معلوم ومعروف اور تجربہ میں آئی ہوئی ہیں، لیکن آپ فیصل غازی پوری بھی ہیں یعنی شاعر بھی ہیں اور فیصل تخلص رکھتے ہیں اس کا علم بھی دو ایک سال پہلے ہوا، لیکن یہ تو ابھی اس دیوان شاعری سے معلوم ہوا کہ آنجناب ایک دو غزلوں یا نظموں ہی کے شاعر نہیں بلکہ صاحب دیوان ہیں نعت گوئی، غزل گوئی پر اچھا ملکہ ہے، میں زیر نظر کتاب کی دو ایک نعتیں دیکھیں جو واقعی بڑے اعلیٰ مقام کی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کسی اعلیٰ مقام اور بلند پایہ اور صاحب دل شاعر کی نعتیں ہیں۔

پھر کتاب میں بہت سی غزلیں ہیں جو مجھ جیسے جوانی میں بھی غزلیات کا شوق نہیں رہا اب کبرسنی میں ان کا کیا ذوق ہوگا اور ان کے متعلق لکھنے کا کیا حق ہوگا، لیکن مولانا کے اصرار پر پڑھیں اور واقعی بعض تو قدیم و ماہر شعراء غزل کے کلام سے آنکھیں ملاتی ہوئی نظر آتی ہیں، معانی ومضامین کی پختگی کے ساتھ الفاظ بھی بلند پایہ ہیں پورے مجموعہ میں کہیں اس سلسلہ کی خامیاں نظر نہیں آئیں، اصحاب ذوق حضرات کو ان نعتوں میں بڑا لطف آئے گا، اور غزلوں سے شغف رکھنے والوں کے لئے بھی یہ مجموعہ کلام بہت لذت کا باعث ہوگا۔

جیسے پہلے بھی ذکر کیا کہ شاعری اور درس وتدریس سے بظاہر اجتماع کم ہی ہوتا ہے جبکہ مذکورہ دوسرے کام ضرورتیں اور ذمہ داریاں بھی زندگی کے ساتھ لگی ہوئی ہوں تب تو یہ کام مزید مشکل ہوجاتا ہے شاعری تو ان لوگوں کا کام ہے جن کی زندگی میں دوسری ذمہ داریاں نہ ہوں، غزلوں کے مجموعہ میں تسفل نہ ہو یہ تو بڑے قادرالکلام ہونے کی بات ہے۔

مولانا کا مجموعہ نعت وغزل جس کا نام ''متاع خامۂ دل'' ہے، بہت اچھا مجموعہ ہے، خاصہ کی چیز ہے، اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے، آمین۔

فقط

محمد زکریا سنبھلی عمید کلیۃ الشریعۃ، واصول الدین
استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۸/۱۱/۲۰۲۱ء

حرفِ چند - تأثراتی تجزیہ

''متاعِ خامۂ دل'' مشہور و معروف عالمِ دین، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ممتاز استاذِ حدیث اور دار المعارف الاسلامیہ لکھنؤ کے بانی وصدر مولانا محمد خالد فیصل ندوی غازی پوری کے حمد، نعتوں اور غزلوں کا مجموعہ ہے۔ اِس مجموعہ میں ایک حمد، پانچ نعتیں، اکتالیس غزلیں اور کئی ایک اداروں کے ترانے ہیں۔ پہلا حمدیہ شعر یہ ہے:

رفعتیں تیرے لئے ، سب عظمتیں تیرے لئے
خالقِ حرف و بیاں ، سب مدحتیں تیرے لئے (ص:۱)

دوسرے نمبر کی نعت پاک میں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات، خوبیوں، احسانات، فضائل ومناقب اور کارناموں کے حوالے سے نذرانۂ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ ہر بند کے ٹیپ کے مصرع ''مقدر جگانے کو جی چاہتا ہے'' کی لے اور شعری آہنگ نے ترنگ پیدا کردیا ہے، اس نعت پاک کا آخری بند ملاحظہ ہو:

فزوں سیم و زر سے غبارِ مدینہ ہے بہتر گلوں سے بھی خارِ مدینہ ہے
حسرت کہ دیکھوں بہارِ مدینہ نظر آئے فیصلؔ دیارِ مدینہ
مدینے کو جانے کو جی چاہتا ہے ''مقدر جگانے کو جی چاہتا ہے'' (ص:۴)

غبار مدینہ کو سیم و زر سے فزوں تر سمجھنا اور خار مدینہ کو گلوں پہ فوقیت دینا محبت کی شدت اور اُلفت کی بے کلی کو بتاتی ہے، محبت جب اس حد تک آ پہنچتی ہے تو عشق میں جفا جفا نہیں رہتی اور راہِ محبت میں ستم سہنے میں مزہ آنے لگتا ہے، کسی نے کہا ہے:

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزہ ہی نہیں

روایتی خیال کو سہل ممتنع اور دلکش تشبیہ (بھوجپوری زبان میں کہی گئی نعت پاک کے اس شعر میں دیکھئے:

یاد پیا مورا نین چھلکے جیسے گگری اللہ اللہ۔(ص:۷)

مولانا جیسے شعراء کے نعتیہ کلام کو بے دھڑک پڑھا جا سکتا ہے، کیونکہ آپ مقام نبوت سے آشنا اور علمِ نبوت کا گہرا شعور رکھتے ہیں، آداب وحقوق مصطفیٰ کے رمز شناس ہیں، پھر جب نعت کہتے ہیں تو اس میں خون جگر اور شعلۂ جان کی آمیزش ہوتی ہے۔

اگر کسی کو شاعرانہ ذوق جمالیات نصیب ہو، تو وہ حسن کی وسعتِ افلاک کا عرفان و ادراک کر کے اُسے غزل میں سمیٹ سکتا ہے، فیصلؔ صاحب فرماتے ہیں:

ہیں زمین سے آسماں تک اسی حسن کی ادائیں
سمٹ آئیں سب غزل میں جو نظر ہو شاعرانہ (ص:۹)

ذیل کے شعر میں گرم نگاہی اور حسنِ برہم کی لطیف ترکیب اور دونوں کی یکجائی دیکھئے کہ حسن برہم بھی گرم نگاہی کے خلوص کی تاب نہیں لا پاتا اور شرما کے ایک ادا سے سر جھکا لیتا ہے:

تم نے دیکھا ہی نہیں گرم نگاہی کا خلوص
حسن برہم نے بھی شرما کے جھکا لیں آنکھیں (ص:۱۰)

غزل نمبر (۲) پوری کی پوری ایک شاہکار غزل ہے، جس میں جذبات اور تخیل اپنے جوبن پر ہیں، اس کے مندرجہ ذیل شعر میں آنکھوں کو اٹھا لینے کے نازک خیال پہ داد دیئے بغیر آپ رہ نہیں سکتے:

مئے گلگوں پہ پڑا جب بھی اِن آنکھوں کا جمال
بڑھ کے ساقی نے بھی آنکھوں میں اُٹھا لیں آنکھیں

حقیقی حسن و قبح کی پہچان اور شعوری صداقت کی بلندی ذیل کے اشعار میں ملاحظہ کیجئے:

آذر کدے کا حسن بھی ڈسنے لگا مجھے دوزخ سے کم نہیں مری عقبیٰ تیرے بغیر
منزل جمالیات کی روشن سہی مگر کھوئی گئی ہے لذتِ جلوہ ترے بغیر (ص:۱۲)

پانچویں غزل کا مطلع:

عارض کی دھوپ ،زلف کے سائے نہ پوچھئے
جو لطفِ زندگی کے اٹھائے نہ پوچھئے (ص:۱۳)

عارض کے ساتھ دھوپ اور زلف کے ساتھ سایہ،لطفِ زندگی کا کنایہ اور 'نہ پوچھئے' کے ردیف نے شعر میں گہری معنویت، راحت اور طمانیت آمیز رنگِ تغزل پیدا کر دیا ہے، جبکہ حضرت غالب کے ذیل کے شعر میں تشبیہ بلیغ کے علاوہ اِس میں تو کچھ بھی نہیں ہے:

بتائیں ہم تمہارے عارض و کاکل کو کیا سمجھے
اِسے ہم سانپ سمجھے اور اُسے من سانپ کا سمجھے

رنگ تغزل کا ایک نرالا اور دل گرفتہ بیانیہ ملاحظہ ہو:

ٹوکے ہیں آرزوئیں دلِ نا صبور کو
مہکے ہے جسم و جان کی وحدت کبھی کبھی (ص:۱۵)

غزل نمبر (۱۱) بے حد شگفتہ اور سلیس اسلوب میں عزیمت آمیز حوصلے، ولولے اور ہمت مردانہ کی روح پھونکتی اور امیدوں کے دیپ جلاتی ہے، ایک شعر ملاحظہ ہو:

دور تک امید کے جل جائیں دیپ وہ فضا پھر سے بنانا ہے مجھے
آج پھر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مژدۂ فیصلؔ سنانا ہے مجھے (ص:۱۹)

شاعر کو عصری آگہی کا کیسا عرفان حاصل ہے اور اپنی وفاؤں اور خونِ جگر پہ کیسا ناز ہے:

غمِ برق و شرر ہے اور میں ہوں
وفاؤں کا ثمر ہے اور میں ہوں (ص:۲۰)
نہ کر پینے پر تو مجبور ساقی
میرا خونِ جگر ہے اور میں ہوں (ص:۲۰)

غزل نمبر (۱۳) کا ہر شعر ایک شفاف آئینہ ہے، جس میں صداقت، واقعیت، مقصدیت، وضاحت، رجائیت کی جھلکیاں ہیں، رہی تخیل کی طاقت اور جمالیات کی حسیت تو یہ دونوں عناصر کلام فیصلؔ میں اس طرح سے رچے بسے ہیں جیسے گلاب میں خوشبو، بدن میں

روح اور کائنات کی گود میں حسن کی نیرنگیاں۔
محبوب مطمحِ نظر بن جائے، تو اس کے انکار میں بھی اقرار و اثبات کا لطف و لذت حاصل ہوتا ہے:

نظر جن کی رہتی ہے اُن کی رضا پر
وہ لا میں بھی لطفِ نعم دیکھتے ہیں (ص:۲۱)

حضرت زین العابدینؒ کے یہاں تو ایک مقام کے علاوہ کہیں لا کا گزر ہی نہیں تھا۔ فرزدق کے مدحیہ قصیدے کا ایک شعر ہے:

ما قال لا قط إلا في تشهده
لو لا التشهد لكانت لاؤه نعم

(اپنے تشہد کے علاوہ کبھی انہوں نے 'نہیں' (لا) نہیں کہا، اگر تشہد میں میں لا کہنے کا حکم نہ ہوتا، تو اُن کا 'لا' بھی 'نعم' (یعنی 'نہیں' بھی 'ہاں') ہی ہوتا۔

مولانا ایک ذمہ دار داعی اور دین وملت کے سپاہی ہیں، انہیں معلوم ہے کہ لولو و مرجان کی جسے شوقِ جستجو اور ذوقِ طلب ہو، تو پھر وہ موّاج سمندروں سے کھیلے:

لؤلو مرجاں کی گر تجھ کو ہو شوق و جستجو
کھیل تو موجِ تلاطم سے کناروں سے نہ کھیل
ہے اگر خواہش تجھے فیصل ملے اونچا مقام
آپ کر اپنی مدد ہرگز سہاروں سے نہ کھیل (ص:۲۲)

اس مجموعہ کے بیشتر اشعار لولو و مرجان ہی جیسے قیمتی ہیں، ان میں متعدد اشعار گوہر یک دانہ جیسے لگتے ہیں، پورا دیوان آپ کے ہاتھوں میں ہے، آپ اُسے پڑھئے، سر دھنئے، خوابِ غفلت سے جاگیئے، دوسروں کو جگایئے، لوگوں کے جذبات کو ابھاریئے اور:

تابشِ افکار دیں سے دہر کو پر نور کر
مغربی فکر و تمدن کے شراروں سے نہ کھیل (ص:۲۲)

"متاعِ خامۂ دل" ایک پختہ کار، ایک عظیم فن کار اور ایک باشعور وجدانی شاعر کے قلبی احساسات کی ترجمانی ہے، میں حیرت زدہ ہوں کہ ان شہ پاروں کو اتنی تاخیر سے کیوں منظر عام پہ لایا جارہا ہے، میرا احساس یہ ہے کہ مولانا کی شاعری میں قوت تاثیر کی تسخیری صلاحیت ہے، اس میں جمالیاتی لطافت، وجدانی کیف، تصور و تخیل کی پرواز اور جذبے کی فراوانی ہے، پھر تاثیر و تخیل کے درمیان ایسی ہی موزونیت پائی جاتی ہے، جیسی موزونیت لفظ و معنی میں مطلوب و مقصود ہوتی ہے۔ میں جہاں تک کلامِ فیصل کا ادراک کرسکا ہوں، تو اس میں مجھے جمالیات، صداقت، تجربہ اور مترنم تخلیقی اظہار کے عناصر نمایاں نظر آئے ہیں۔

مولانا ایک جید عالم دین ہیں، فکر و دانش کی خدمت وظیفۂ حیات ہے اور اس سے رشتہ بھی بہت گہرا ہے، عقلیت اور علم و فکر کے حامل شعرا کے کلام میں منطقی اپروچ اور فکری صداقتوں کا اظہار شاعری میں راہ پالیتا ہے تو ایک حد تک ہی شاعری عقلیت کو سہار پاتی ہے، بصورت دیگر شاعری کے لطیف احساسات اور نازک خیالی کو زک پہنچتی ہے، مولانا نے بڑی ہنرمندی سے اپنی شاعرانہ و فنکارانہ ذمہ داریوں کو نبھایا ہے اور فکر و دانش اور منطقی استدلال کے بوجھ سے اپنی شاعری کو نہ صرف بخیر و خوبی بچا لے گئے ہیں، بلکہ شاعرانہ حسن کو کہیں ماند نہیں پڑنے دیا ہے۔

اس مجموعہ کو دیکھ کر کوئی اس وہم میں نہ پڑے کہ مولانا نے کہیں کلاسیکی روایات سے گریز سے تو کام نہیں لیا؟ نہیں نہیں ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ بھلا جس رجل رشید کی زبان صبح و شام روایتوں کے 'ذکر' سے رطب اللسان رہتی ہو، وہ روایات سے گریز کیسے کرسکتا ہے، دراصل شاعری جذبہ و احساس کے موثر، موزوں اور نغمگی کے اظہار کا نام ہے، پھر "اسلام تخلیقی عمل میں جدید تجربات کی تائید و توثیق کرتا ہے، بشرطیکہ وہ اس کے فکر و فن کے امتزاج سے انسانیت کی تزئین، جمالیاتی و اخلاقی اقدار کی تحسین اور ادب اور زندگی کے باہمی رشتے میں استحکام پیدا کرتا ہو" (تنقید و تنقیح، پروفیسر احمد سجاد، ص:٦)۔

کوئی بھی فرد شاعر ہو یا نہ ہو قومی مزاج، نفسیات، نصب العین، سماجی اثرات اور صحبت

دوستاں سے لازماً متاثر ہوتا ہے، لہٰذا نئے تقاضوں کی بنیاد پر ہیئت وتکنیک اور وجدان وشعور کے اظہار میں تشکیل جدید کی چھاپ تو پڑتی ہی ہے، مولانا زندگی کا ایک واضح اور اعلیٰ نصب العین رکھتے ہیں اور اس کے سرگرم داعی اور علمبردار بھی ہیں، لہٰذا آپ جیسا ذمہ دار انسان مسائل زیست کو بحران اور بگاڑ کے حوالے کرکے دور کا تماشائی نہیں بن سکتا۔

پچھلی کئی دہائیوں سے ادب وشاعری بے سمتی کا شکار ہے اور مسلسل ترقی پسندیت، جدیدیت، مابعد جدیدیت، ساختیات، پسِ ساختیات کے گردابوں میں قلابازیاں کھاتے کھاتے اب 'اِبہامیت' کے گرداب میں پھنسی ہے، بے سمتی کے اس سفر میں روایتی ادب سے بیزاری یا گریز کا منفی اثر تو پڑنا ہی تھا، سو پڑا، ہم مسلسل نیچے اترتے اور پیچھے ہٹتے جا رہے ہیں، ہم نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنا آئینہ توڑا ہے، پھر اُس میں اپنا چہرہ دیکھا تو وہ تڑپتا نظر آیا ہے، اس کا حل روایات واقدار سے وابستگی میں مضمر ہے، اقدار وروایات پر مبنی تعمیری اور مقصدی ادب فنی صداقتوں اور ابداعی تخلیقی ابلاغ کو یقینی طور استوار کرسکتا ہے، تعمیری ادب ہماری فکر ونظر کو بھٹکنے نہیں دے گا اور زندگی کی اعلیٰ ترین اور واضح حقیقت کے اظہار وابلاغ سے مربوط کرے گا۔

بقول شاعر

ہمارے شعروں پہ اب حاسدین کہتے ہیں
شعورِ فکر کی ایسی مثال نا ممکن (ص:۵۸)

اللہ کرے یہ حسد دعا بن کر مقبول بارگاہ ہوجائے اور یہ شعری مجموعہ حفیظ کے شعر کا مصداق بن جائے:

شاعری ایک درد بھی ہے، درد کا پیغام بھی
یہ تڑپنے اور تڑپانے کا فن اچھا لگا

محمد علاء الدین ندوی
(عمید کلیۃ اللغۃ العربیۃ وآدابہا، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

۲۳/۱۱/۲۰۲۱ء

تأثرات

جناب مولانا ضیاء الدین ندوی، قاسمی، خیرآبادی

شعر گوئی کا تعلق شعور وجدان سے ہے، جس کے پاس حساس دل، ذوق لطیف اور سوز دروں، عشق کی تپش اور محبت کا اثاثہ ہوتا ہے، اسی کے ساتھ الفاظ ومعانی کو برتنے کا فطری سلیقہ ہوتا ہے، وہ شعر گوئی کی خاردار وادی کو کمال ہنرمندی سے طے کرتا ہے، الحمد للہ اللہ عز وجل نے ان سب اوصاف سے وافر حصہ ''مولانا محمد خالد فیصل ندوی غازی پوری'' کو عطا کیا ہے، آپ کی شاعری میں کسب وآورد نہیں بلکہ موھوبی آمد کا احساس ہر پڑھنے والے کو ہوگا، الفاظ کی رعنائی، تعبیر کی ندرت، اسلوب کی لطافت، طرز ادا کی شگفتگی خوب ملتی ہے، نیز حساسیت اور مقصدیت اشعار کو سند اعتبار عطا کرتی نظر آتی ہے فجزاکم اللہ احسن الجزاء۔

ضیاء الدین ندوی قاسمی خیرآبادی

۱۲؍دسمبر ۲۰۲۱ء

۷؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ

عرض حال

شاعری انسانی جذبات کی عکاس ہوتی ہے، طبیعت میں موزونی ہوتو اشعار کے پیکر میں خامۂ دل سے نگینہ ڈھلنے لگتے ہیں، شعور وجدان کی تصویر شاعری میں نظر آتی ہے، شاعر جس ماحول اور زمانے میں ہوتا ہے، اس سے متاثر ہوکر واردات قلبیہ کو پیش کرتا ہے، اس میں زمانے کا رنگ و آہنگ تاثر اور تاثیر کی کارفرمائی سے خوب صورت حسن انسجام کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

''متاع خامۂ دل''، میرے انہیں جذبات کی سلسبیل ہے
جس میں نعت ومنقبت کی پاکیزگی اور طہارت بھی ہے
اور غزل کی لطافت اور دل شیدا کے بانکپن کے روئے تاباں کا جوہر بھی ہے، ترانوں کی مرصع کڑیوں سے مقاصد کی ہنگامہ خیزی کی بازیافت بھی ہے۔

نومبر ۱۹۷۷ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد حسب ایماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم تدریسی فریضہ کے انجام دہی کی خاطر جامعہ اسلامیہ بھٹکل جانا ہوا، بھٹکل میں تقریباً نو سال قیام رہا، اس اثنا میں تدریس کے علاوہ وہاں کی سماجی زندگی کے ساتھ ادبی، علمی، فکری مجلسوں اور بزم دانشوروں میں شرکت کا موقع بھی میسر آتا رہا، بھٹکل میں ادبی ذوق اچھا ہے، بہت سے قدیم وجدید شعراء کی نغمات جنوں کا امین ہے، اس قیام کے دوران استاد سخن صاحب دیوان شاعر گلبانگ فطرت کے آب حیات سے شعور زندگی کو بالیدگی دینے والے اور زبان و بیان کی مشاطگی کرنے والے جناب ڈاکٹر محمد حسین فطرت بھٹکلی سے ملاقات ہوتی رہی، ان کی زبان آوری اور شعری ذوق نے بہت متاثر کیا، اور حقیقت میں ان کی ملاقاتوں نے شعری احساس کے ساتھ شعری ذوق بھی پیدا کیا، انہوں نے ایک انجمن کی تشکیل دی تھی، جس کے وہ سرپرست تھے، حقیقت میں وہ خود ایک انجمن تھے، شاعری میں شاعرگر تھے، اس انجمن کے تحت ہر مہینے ایک طرحی شعری نشست ہوتی تھی، جس کی صدارت بندہ کو کرنی پڑتی تھی، مجھے باصرار دعوت دیتے، اور

صدارتی تقریر بھی کراتے تھے، بار بار کی شرکت سے یہ داعیہ پیدا ہوا مجھے بھی طبع آزمائی کرنی چاہئے، تاکہ شعراء کی محفل میں ذوق سخن کی آبیاری ہوسکے۔

ڈاکٹر محمد حسین فطرت صاحب اس وقت ملکی ہاؤس قلب شہر میں رہتے تھے، جمعہ کی نماز کے بعد عام طور پر ان کے یہاں حاضری ہوتی تھی، کام ودہن کی لذت آشنائی کے ساتھ پرورش لوح وقلم اور بساط زندگی میں شعراء کے کلام کی خوبیوں اور خامیوں پر بھی کلام ہوتا، ان کی مجلس ادبی چاشنی کی لذت سے معمور ہوتی تھی۔

ڈاکٹر فطرت صاحب کا کلام اقبال کا رنگ غالب کا تغزل جوش کی قوت کلام اور معنوی مترادفات کا ایک پیکر لئے ہوئے ہوتا تھا۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے آمین۔

ان کی بزم میں شعری ذوق پیدا ہوا، انہوں نے اس سلسلہ میں بڑی رہنمائی فرمائی، پرورش ذوق سخن میں ان کا بڑا حصہ ہے، آج وہ ہمارے اندر نہیں ہیں لیکن ان کی یادوں کے دئے آج بھی روشن ہیں۔

۱۹۸۵ء میں بھٹکل سے لکھنؤ دارالعلوم ندوۃ العلماء واپسی ہوئی، اور ۱۹۸۶ء میں جامعۃ الہدایہ جے پور میں تعلیمی نظام کو قائم کرنے کے لئے بھیجا گیا، ۱۹۸۸ء میں وہاں سے پھر ندوۃ العلماء واپسی ہوئی، کچھ دنوں کے بعد حضرت مولانا رئیس الشاکری ندوی کی آمد نے اس ذوق کو اور جلا بخشی، اور ان کی تحریک پر یہ شعری کارواں آگے بڑھا، وہ ہر مصرعہ پر طائرانہ نظر ڈالتے، اور مشاطگی کا فریضہ انجام دیتے اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوکر ایک نیا ادبی ذوق اور بلند شاعرانہ تخیل کا احساس پیدا ہوتا تھا۔

مولانا رئیس الشاکری ندوی، کہنہ مشق صاحب دیوان شاعر تھے، مشاعروں میں خوب شرکت کرتے، اور سامعین پر اپنے کلام کے ذریعہ چھا جاتے تھے، کاش مولانا مرحوم کی زندگی طویل ہوتی اور استفادہ کا موقع ملتا، کوڈ ۱۹ نے اس میخانہ کو سونا کردیا جس کے وہ ساقی گر تھے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

ان دو بزرگوں بلکہ ان محبوب شاعروں کی بدولت تذوق شعری کا کچھ حصہ حاصل ہوا، اس

مجموعہ میں ان دونوں محسنوں کی احسانات کی جھلکیاں نظر آئیں گی اوران کی مخلصانہ کہ مروارید کی جوت کی تابانی مشاہد ہوگی، استادمکرم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء نے قیمتی مقدمہ لکھ کراس کی قدر و قیمت میں اضافہ کردیا ہے، اسی طرح استادمکرم حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی صاحب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے تاثرات کی حنابندی سے حسن وتجمل کی خوبی سے نوازا ہے، اپنے دونوں بزرگوں کے ہم مشکور ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے، اوران کے برکات عمیمہ اور خاصہ سے سرفراز فرمائے، آمین، اسی طرح استاد مکرم جناب مولانا زکریا صاحب ندوی دامت برکاتہم عمید کلیۃ الشریعہ واصول الدین نے اپنے انطباعات کی زرتار کرنوں سے اسے وہ تنویر دی ہے جس سے اس کی معنوت اور قدرو قیمت میں اضافہ ہوا ہے۔

رفیق محترم جناب مولانا جعفر مسعود ندوی استاد مدرسہ عالیہ عرفانیہ لکھنؤ اور ڈائرکٹر مجلس تحقیقات ونشریات اسلام نے اپنی تقریظ میں شاعرانہ اوصاف پر بھرپور گفتگو کی ہے جس سے اس مجموعہ کی افادیت ونافعیت میں خاصا اضافہ ہوا ہے۔

اور جناب مولانا علاء الدین ندوی عمید کلیۃ اللغۃ العربیۃ وآدابہا کے ادیبانہ تاثر نے وہ شانہ کشی کی ہے، جس نے جمال شعری کو نکھار دیا ہے اور مولانا ضیاء الدین ندوی قاسمی خیرآبادی نے مختصر اور جامع انداز میں اپنے تاثرات کو پیش کیا ہے، ہم ان تمام محسنوں کے مشکور ہین، اخیر میں عزیزم مولانا محمد کلام الدین ندوی نے کتاب کو طباعت کے مرحلہ تک پہنچانے میں اپنا تعاون دیا، اور خوبصورت انداز میں اس کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے، تشکر وامتنان کے جذبہ کے ساتھ ان حضرات کی خدمات کی قدر ہے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

فقط

خاکسار

محمد خالد فیصل ندوی غازی پوری

۲؍۱۱؍۲۰۲۱ء-۱۴ ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ

''حمد باری تعالیٰ''

رفعتیں تیرے لئے، سب عظمتیں تیرے لئے
خالق حرف وبیاں سب مدحتیں تیرے لئے

زندگی تیرے لئے اور بندگی تیرے لئے
الفتیں تیرے لئے سب چاہتیں تیرے لئے

تو کہ لامحدود ہے، حد مکاں بھی تجھ سے ہے
سرحدیں امکاں تلک سب رفعتیں تیرے لئے

عقل حیراں ہے کہ کیسا ہے نظام کائنات
اے حکیم بے بدل، سب حکمتیں تیرے لئے

میں کہ بندہ ہوں تو پھر بندے کا کیسا اختیار
قادر مطلق ہے تو سب قدرتیں تیرے لئے

حرف سب تیرے لئے ہیں لفظ سب تیرے لئے
صورت اظہار کی سب صورتیں تیرے لئے

(ڈاکٹر محمد امین)

''نعت پاک''

رمز آشنائے لوح وقلم آپ ہی تو ہیں
سچی کتابتوں کا بھرم آپ ہی تو ہیں
پھولوں کی آبرو تو بہاروں کا اعتبار
آئینہ دار باغِ اِرم آپ ہی تو ہیں
رٹتی ہیں آپ ہی کو مری بے نوائیاں
وجہِ نجات جانِ کرم آپ ہی تو ہیں
عنوان کائنات ہوئی جس کی ذات پاک
سب کچھ ہیں جس کے نقش قدم آپ ہی تو ہیں
حق کو ملا ظہور جہاں کو سکوں ملا
باد نسیم ابر کرم آپ ہی تو ہیں
کوئی کرن ادھر بھی مرے محسن عظیم
مہتاب وآفتاب حرم آپ ہی تو ہیں
اپنوں پہ ہو نگاہ تو غیروں پہ بھی نظر
ایسے کریم شاہ امم آپ ہی تو ہیں
فیصلؔ ہے اور آپ کا دروازۂ کرم
امید جس سے باندھے ہیں ہم آپ ہی تو ہیں

''نعت پاک''

وہی سب سے اعلیٰ وہی سے سے افضل
وہی سب سے اکمل وہی سب سے اکمل
وہی جو خدا کے قریں سب سے اشل
جنھوں نے جلائی ہدایت کی مشعل
قریں ان جانے کو جی چاہتا ہے ''مقدر جگانے کو جی چاہتا ہے''
وہ مہرِ نبوت ہیں ماہِ صداقت
مصفیٰ مزکیٰ ھدیٰ اور ہدایت
رکھی جس کے سر پہ ہے تاجِ امامت
ملے گی انہیں کو کلیدِ شفاعت
ثنا ان کی گانے کو جی چاہتا ''مقدر جگانے کو جی چاہتا ہے''
انھیں کی ہے ذاتِ مقدس کی برکت
کہ پھیلی جہاں میں ہے انس ومحبت
ہوا عام ہر سو تمدن ثقافت
اور بدلی زمانے میں رُت اور عادت
وہیں جی لگانے کو جی چاہتا ہے ''مقدر جگانے کو جی چاہتا ہے''
ہیں محبوب رب وہ حبیب دو عالم
شہہِ مرسلیں ہیں وہ نبیوں کے خاتم
انھیں پر ہے موقوف جنت جہنم

ستائش سے ان کی ہے عاجز زبانم
کوئی نعت گانے کو جی چاہتا ہے "مقدر جگانے کو جی چاہتا ہے"
نہیں کوئی ذات ان سے اعلیٰ وبرتر
کہ بخشا ہے رب نے انھیں حوض کوثر
خزف بھی ہوا جس کے صدقے میں گوہر
سنورتی ہے دنیا ودیں ان کے در پر
اسی در پر جانے کو جی چاہتا ہے "مقدر جگانے کو جی چاہتا ہے"
فزوں سیم و زر سے غبارِ مدینہ
ہے بہتر گلوں سے بھی خارِ مدینہ
ہے حسرت کہ دیکھوں بہارِ مدینہ
نظر آئے فیصلؔ دیارِ مدینہ
مدینے کو جانے کو جی چاہتا ہے "مقدر جگانے کو جی چاہتا ہے"

''نعت پاک''

تو ہی امین کن فکاں تو ہی خدا کا رازداں
تیری ہی ذات ازل سے ہے موجبِ رشکِ قدسیاں
سب ہیں رہینِ التفات تیری ہی ذات کے یہاں
تیری کتابِ زندگی سوز ویقین کی داستان
آمدِ ناز نے تیری روح چمن میں پھونک دی ورنہ کلی کلی یہاں مست تھی خواب ناز میں

مدح میں تیری موجزن بحر و محیط وبیکراں
رقص کناں گگن میں ہیں بلبل وسار و قمریاں
لطفِ خرام ناز سے بادِ صبا رواں دواں
صلِّ علی کی دھوم ہے زباں زباں زباں
صل علی کی گونج نے روح چمن میں پھونک دی ورنہ کلی کلی یہاں مست تھی خواب ناز میں

شمس و قمر میں عکس ہے تیرے جمال کا نہاں
چرخِ کہن پہ سایہ ہے تیری ہی ذات کا عیاں
گنگ وجمن یا نیل ہو ابر کرم یہاں وہاں
یاد ہے تیری باعث لطف وسکون قلب وجاں
تیری نوا سے تازگی گلشنِ زیست کو ملی ورنہ کلی کلی یہاں مست تھی خواب ناز میں

آپ ہیں شاہ مرسلاں آپ ہیں سِرّ دلبراں
دہر پہ کھولی آپ نے کیفیت نشاط جاں
سرد ہوا شرارِ غم سب ہوئے ایک جسم وجاں
مصر ہو یا ہو کاشغر، فارس و ہند گلفشاں

دہر میں تیرے لطف نے روح حیات پھونک دی　　ورنہ کلی کلی یہاں مست تھی خواب ناز میں

آپ کی ذات پاک ہے محرمِ سرکنِ فکاں
آپ ہیں رہبرِ جہاں آپ امیرِ کارواں
آپ کی رہبری ہوئی وجہِ نجاتِ انس وجاں
فیصلؔ خاکسار ہے بزمِ سخن میں نعت خواں

تو نے سپہرِ زیست کو قوس قزح کی حور دی　　ورنہ کلی کلی یہاں مست تھی خواب ناز میں

''نعت پاک''

طیبہ نگری اللہ اللہ
رحمت سگری اللہ اللہ

حشر میں آقا معاف کریں ہیں
بھولی، بسری اللہ اللہ

آوت ان کے رحمت برسی
جیسے بدری اللہ اللہ

یاد پیا مورا نینن چھلکے
جیسے گگری اللہ اللہ

حق وصداقت انہین پھیلیں
نگری نگری اللہ اللہ

جگت گرو ہوّن اوہے پھر
پہنن گدڑی اللہ اللہ

رشک کریں آکاش کے باسی
ایسی نگری اللہ اللہ

درشن ہوگر دیکھوں آقا
روضہ جھنجھری اللہ اللہ

آقا صفت فیصلؔ سے تو ہری
کیسے سپری اللہ اللہ

''نعت پاک''

رمز آشنائے لوح وقلم آپ ہی تو ہیں
سچی کتابتوں کا بھرم آپ ہی تو ہیں
پھولوں کی آبرو تو بہاروں کا اعتبار
آئینہ دار باغِ ارم آپ ہی تو ہیں
رٹتی ہیں آپ ہی کو مری بے نوائیاں
وجہِ نجات جانِ کرم آپ ہی تو ہیں
عنوان کائنات ہوئی جس کی ذات پاک
سب کچھ ہیں جس کے نقش قدم آپ ہی تو ہیں
حق کو ملا ظہور جہاں کو سکوں ملا
باد نسیم ابر کرم آپ ہی تو ہیں
کوئی کرن ادھر بھی مرے محسن عظیم
مہتاب وآفتابِ حرم آپ ہی تو ہیں
اپنوں پہ ہو نگاہ تو غیروں پہ بھی نظر
ایسے کریم شاہِ امم آپ ہی تو ہیں
فیصلؔ ہے اور آپ کا دروازۂ کرم
امید جس سے باندھے ہیں ہم آپ ہی تو ہیں

"نعت پاک"

ہے خاصان خدا کی بزم میخانہ محمدؐ کا
یہاں ہے روز وشب گردش میں پیانہ محمدؐ کا

وہاں محشر میں جب ہر شخص گھبرایا ہوا ہوگا
عنایت اس پہ ہوگی جو ہے دیوانہ محمدؐ کا

کتاب وسنت وسیرت ہدایت ان سے ملتی ہے
ہدیٰ للناس ہے پیغامِ شاہانہ محمدؐ کا

وہی ہیں شافع محشر وہی ہیں ساقیٔ کوثر
ملے گا اہل ایماں ہی کو پیانہ محمدؐ کا

ہے سامان سعادت آینۂ رحمت ونعمت بھی
جو دیکھوں ایک نظر طیبہ میں کاشانہ محمدؐ کا

جہاں پہونچا نہ کوئی بھی فرشتوں اور پیمبر سے
وہاں ایک ثانیہ میں ہوگیا جانا محمدؐ کا

کیا خالق نے پیدا حضرت آدم سے بھی پہلے
جہاں میں یوں تو آخر میں ہوا آنا محمدؐ کا

ازل سے ہوں میں شیدائی شہہ بطحا کا اے فیصلؔ
میرے لب پہ ہوا رہتا ہے افسانہ محمدؐ کا

"نعت نبیؐ"

غنچہ و گل ہے ثنا خوانِ رسولِ عربی
آپ گلشن کے ہیں ریحان رسولِ عربی

آپ کا خلق ہے قرآن رسولِ عربی
آپ رحمت کے ہیں عنوان رسولِ عربی

حق و باطل کے ہیں میزان رسولِ عربی
کس قدر آپ ہیں ذیشان رسولِ عربی

علم و فن آگہی جو عام ہوئی دنیا میں
آپ ہیں منبعِ عرفان رسولِ عربی

ہر نفس آپ سے وابستہ ہے اہلِ حق کا
آپ ہیں مثلِ رگِ جان رسولِ عربی

کشتی ملتِ بیضا ہے گھری طوفاں میں
آپ اس کے ہیں نگہبان رسولِ عربی

خلق کو آپ نے مربوط کیا خالق سے
ہے یہ سب سے بڑا احسان رسولِ عربی

ہند میں بے نوا فیصلؔ ہے بلا لیں آقا
حاضری کا ہے بس ارمان رسولِ عربی

(۱) ”غزل“

جو دراز فرش گیتی تو بلند شامیانہ
مہ ومہر بھی بھکاری بہ عطائے خسروانہ

کہاں بزم مئے سجاؤں کسے رازداں بناؤں
وہ نفاق میکدے میں کہ شعور سوقیانہ

ہیں زمیں سے آسمان تک اسی حسن کی ادائیں
سمٹ آئیں سب غزل میں جو نظر ہو شاعرانہ

اسی میکدہ کا صدقہ میری سرفرازیاں ہیں
جو نشاط جاودانہ تو مزاج عاشقانہ

رہ ورسم عاشقی میں بڑی آزمائشیں ہیں
کبھی ہجر کی کہانی کبھی درد کا فسانہ

وہ طرب نگار محفل کی ترس گئی سماعت
کہاں کھوگئی ہے یا رب وہ صدائے دلبرانہ

نظر آرہے ہیں فیصل وہی پھول پھول کانٹے
یہ ہنر ہیں گل رخوں کے کہ بہار کا زمانہ

(۲)''غزل''

برق نے ضد میں نشیمن پہ جو ڈالیں آنکھیں
ہم بھی ناواقف انجام ملالیں آنکھیں
تم نے دیکھا ہی نہیں گرم نگاہی کا خلوص
حسن برہم نے بھی شرما کے جھکا لیں آنکھیں
کھینچ رکھی تھی کماں تیر بکف ظالم نے
زد پہ آئے بھی نہ تھے اور نکالیں آنکھیں
جن کی راہوں میں جلائے تھے محبت کے چراغ
پاس سے ہو کے جو گذرے تو چرالیں آنکھیں
ہم تو جی بھر کے ہنسے بھی نہ تھے لیکن یہ سزا
رونا آیا ہے تو رو رو کے گنوا لیں آنکھیں
مئے گلگوں پہ پڑا جب بھی ان آنکھوں کا جمال
بڑھ کے ساقی نے بھی آنکھوں میں اٹھالیں آنکھیں
منہ چھپائے ہوئے وہ بزم میں آئے فیصلؔ
تھے بہت دور مگر ان سے ملا لیں آنکھیں

(۳)''غزل''

گنہ گار ہوں گے خطا کار ہوں گے
کسی کی نوازش کے حق دار ہوں گے
وہ چہرہ نگاہوں میں محفوظ رکھنا
فریبی ملیں گے ادا کار ہوں گے
محبت لبوں پر تو نفرت دلوں میں
زمانے میں ایسے بھی غم خوار ہوں گے
نسیم ہدایت کے جھونکوں کی آہٹ
جو خوابوں میں ہیں وہ بھی بیدار ہوں گے
بکی کوڑیوں میں دھروہر جو گھر کی
تجارت کی دنیا کے فنکار ہوں گے
وفاؤں سے اب بھی عبارت ہیں فیصلؔ
جو غدار کہتے ہیں غدار ہوں گے

(۴)''غزل''

پھولوں کا حسن آنکھ کا کانٹا ترے بغیر
لاؤں کہاں سے ذوقِ تماشا ترے بغیر
فرقت کے روز وشب ہیں کہ بے رنگ زندگی
بے نور ہے حسین سراپا ترے بغیر
آذر کدے کا حسن بھی ڈسنے لگا مجھے
دوزخ سے کم نہیں مری عقبیٰ ترے بغیر
انکار جام جم کا مجھے ہی نہیں مگر
کیسے سکوں فروز ہو صہبا ترے بغیر
سارے گلاب باغ کے مرجھا کے رہ گئے
گلشن طراز بزم بھی صحرا ترے بغیر
جنت نگاہیوں کا زمانہ نہیں رہا
بے کیف سی لگے ہے یہ دنیا ترے بغیر
منزل جمالیات کی روشن سہی مگر
کھوئی گئی ہے لذتِ جلوہ ترے بغیر
سب جانتے ہیں اور کوئی جانتا نہیں
فیصلؔ ہو جیسے شہر میں رسوا ترے بغیر

(۵)''غزل''

عارض کی دھوپ زلف کے سائے نہ پوچھئے
جو لطف زندگی کے اٹھائے نہ پوچھئے
پچھلے پہر جمال بکف تھی شب فراق
میں نے بھی وہ چراغ جلائے نہ پوچھئے
سچی نظر کا حسن بھی شرما کے رہ گیا
ظالم نے ایسے رنگ دکھائے نہ پوچھئے
روداد زندگی کی مرتب تو ہوگئی
کچھ محسنوں کے نام جو آئے نہ پوچھئے
جنت نشان باغ نگاہوں میں آگیا
پھر موسموں نے گل جو کھلائے نہ پوچھئے
فیصلؔ اسیر گیسوۓ رخسار ہی سہی
خاکے جو دوستوں نے اڑائے نہ پوچھئے

(۶)''غزل''

توجہ کی ہو جیسے پھر کسی نے
مجھے آواز دی ہے زندگی نے
وہ افسانہ کہیں رسوا نہ کردے
جو لکھ رکھا ہے آنکھوں کی نمی نے
سلیقہ تھا جو سرگرم نوازش
سمندر پی لئے تشنہ لبی نے
مزے سے بے مزہ سا ہوگیا ہوں
مرے غم کو اگر ٹوکا خوشی نے
نتیجہ موجۂ قلزم سے پوچھو
خدائی کی ہے جب بھی آدمی نے
کِھلا ہے چاند میری چھت پہ لیکن
نگاہیں پھیر لی ہیں چاندنی نے
میں حافظ کی غزل تک آگیا ہوں
نوازا جب غزل کی شاعری نے
ہمارا سچ بھی شرمانے لگا ہے
کچھ ایسے جھوٹ بولے ہیں کسی نے
غزل خوانی کے دن ہیں اور فیصلؔ
کھلائے گل کسی کی خامشی ہے

(۷)"غزل"

بے رنگ غفلتوں کی یہ لذت کبھی کبھی
محسوس کی ہے اپنی ضرورت کبھی کبھی

ٹوٹے ہیں آرزوئیں دلِ ناصبور کو
مہکے ہے جسم وجان کی وحدت کبھی کبھی

ہم جانتے ہیں موت کے سارے ہنر مگر
خود موت بن گئی ہے شہادت کبھی کبھی

پھولوں کے نام لکھی ہیں زخموں کی شوخیاں
دیکھی ہے خارزاروں میں جنت کبھی کبھی

ہے دوستی میں جان چھڑکنے کی اک ادا
دیکھے ہیں خار وگل میں محبت کبھی کبھی

روشن جبیں سحر ہو کہ تاروں بھری ہو رات
چمکی ہے غمزدوں کی بھی قسمت کبھی کبھی

دل کے نگارخانے میں فانی تصورات
روشن چراغ میں بھی ضلالت کبھی کبھی

پروانوں کے حصار میں ہے شمع اقتدار
مٹی ہوئی ہے شان امارت کبھی کبھی

فیصلؔ دل و نگاہ پہ قابو نہ چھوڑیو
ہوتا ہے یہ بھی وجہ شماتت کبھی کبھی

(۸)''غزل''

دلِ مضطر کو آتا ہے قرار آہستہ آہستہ
حنا کے رنگ پر جیسے نکھار آہستہ آہستہ
کمالِ ساربانی سے رہِ الفت کے شیدا کو
حدی خوانی کرے ہے بیقرار آہستہ آہستہ
جمالِ صبح گاہی کا تبسم روبرو لیکن
کہیں دل ہی نہ کھودے اعتبار آہستہ آہستہ
مسائل کے بھنور میں کشتی جاں رقص کرتی ہے
ہوا جاتا ہوں جیسے بے کنار آہستہ آہستہ
بہاراں اور غمِ برق وشرر کے آتشیں لمحے
چمن کا حسن ہوجائے نہ خوار آہستہ آہستہ
جمالِ آدمیت کی عجب طلعت ہے اے فیصلؔ
سکونِ جاں ہو جیسے آبشار آہستہ آہستہ

(۹)''غزل''

سلیقے کم تو شان دلبری کم
عجب کیا ہو جو نظم عشق برہم
دلوں کو زخم پھولوں کی جوانی
تبسم ریزیوں کا حسن برہم
غنا ہو جس کی فطرت میں ہویدا
وہ بے پروا نہ گر ہو کوئی ہمدم
کہاں کے دشت کیا۔ تقلید مجنوں
نہ ہو جب تک شعورِ عشق محکم
نشاط آگیں سکوں افزا فضائیں
بہاراں ہی بہاراں سارے موسم
بڑی دلکش ہے وہ زہرہ جبینی
خدا رکھے تصور ہے مجسم
ہے فیصلؔ آج محفل میں غزل خواں
کہ باران معانی اور پیہم

(۱۰)"غزل"

سمومِ کرب وحرماں اور داغ رنج وغم پایا
جہاں میں ہر طرف احباب کو مشق ستم پایا
وفورِ شوق میں جب بھی مژہ کو ہم نے نم پایا
صفائے دل فروغِ آرزو ہر سو رقم پایا
نہیں سب پوری ہونگی آرزوئیں تیری دنیا میں
سراب وخواب سے بھی عرصۂ ہستی کو کم پایا
معاذ اللہ کچھ تو فکر ہو اے باغباں تجھ کو
شرر کو گلستاں میں ہر طرف بڑھتے قدم پایا
غنیمت جان جو کچھ بھی میسر تجھ کو آیا ہے
وفا کی راہ میں باحوصلہ انساں کو کم پایا
شراب ناب کی ساقی گری سے مجھ کو کیا حاصل
مئے وحدت کا ہر جام وسبو رشکِ اِرم پایا
ہوائے نفس وحرص آز سے جو پاک ہو وہ دل
مقدس آستاں رشکِ جناں وجام جم پایا
دلوں پر حکمرانی اہل دل کرتے ہیں اے فیصلؔ
انھیں کے در پہ ہر شاہ وگدا کو ہم نے خم پایا

(۱۱) "غزل"

اک نیا سورج اگانا ہے مجھے
پھر افق پر جگمگانا ہے مجھے
صبح کی ٹھنڈی ہوا ہے شانہ کش
یعنی اس کوچے میں جانا ہے مجھے
ماہ واختر ہوں کہ خورشید جمال
آئینہ سب کو دکھانا ہے مجھے
موسموں کے حسن کی تزئین کو
ہر چمن سے پھول لانا ہے مجھے
دور تک امید کے جل جائیں دیپ
وہ فضا پھر سے بنانا ہے مجھے
ڈوبتے لمحوں کی جانب ہے نظر
عزم کا بیڑا اٹھانا ہے مجھے
آج پھر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
مژدۂ فیصلؔ سنانا ہے مجھے

(۱۲)"غزل"

غم برق وشرر ہے اور میں ہوں
وفاؤں کا ثمر ہے اور میں ہوں
نہ کر پینے پہ تو مجبور ساقی
مرا خون جگر ہے اور میں ہوں
نہ دیکھا مڑ کے نہ کچھ گفتگو کی
یہ میرا ہم سفر ہے اور میں ہوں
نہیں کٹتے شب فرقت کے لمحے
یہ صحرائی سفر ہے اور میں ہوں
ستم ہے ظلم ہے اور جبرو اکراہ
کہاں ہوں کس کا گھر ہے اور میں ہوں
مجھے واللہ فیصلؔ ہے شکایت
جنھیں ہر آن ڈر ہے اور میں ہوں

(۱۳)''غزل''

مصائب حوادث الم دیکھتے ہیں
جنوں میں یہ پہلا قدم دیکھتے ہیں
نظر جن کی رہتی ہے ان کی رضا پر
وہ لا میں بھی لطفِ نعم دیکھتے ہیں
جو ہیں ننگِ انسانیت ننگِ ہستی
انھیں پھر سریر آرا ہم دیکھتے ہیں
رہی ہے یہ تاریخ مردان حق کی
حوادث میں شانِ کرم دیکھتے ہیں
نہیں بادِ صرصر کا شکوہ چمن میں
صبا کے بھی پیہم ستم دیکھتے ہیں
وہیں سے ہے تعمیرِ نو کی بشارت
جہاں شاخِ گُل کو قلم دیکھتے ہیں
تجلی ہو جس دل میں حسنِ ازل کی
ہم اس دل کو رشکِ ارم دیکھتے ہیں
ہے سورج کی مانند قسمت کی گردش
طلوع وغروبِ حشم دیکھتے ہیں
عجب شان رکھتے ہیں دیوانے تیرے
حیات وقضا کو بہم دیکھتے ہیں
جو رہتے ہیں محروم عیش جہاں سے
وہ عقبیٰ میں ناز ونعم دیکھتے ہیں
میرے قول فیصل سے جو آشنا ہیں
مری بات میں وہ بھرم دیکھتے ہیں

(۱۴)"غزل"

لالہ زار عیش کی رنگیں بہاروں سے نہ کھیل
درحقیقت یہ شرارے ہیں شراروں سے نہ کھیل

آرہی ہے دم بدم پیہم صدائے کارواں
طالب منزل تو سونی رہ گذاروں سے نہ کھیل

تابش افکار دیں سے دہر کو پرنور کر
مغربی فکر وتمدن کے شراروں سے نہ کھیل

لولو مرجاں کی گر تجھ کو ہے شوق وجستجو
کھیل تو موجِ تلاطم سے کناروں سے نہ کھیل

کاوشِ فکر وعمل سے ہو عبارت زندگی
یاس کے مارے ہوئے انجم شماروں سے نہ کھیل

جانبِ منزل رواں ہوجا تو مثلِ آفتاب
کہکشاں سے مت الجھ اور ماہ پاروں سے نہ کھیل

گلستاں کا گلستاں شعلہ بداماں ہے یہاں
تو حقیقت آشنا ہے تو بہاروں سے نہ کھیل

ہے اگر خواہش تجھے فیصلؔ ملے اونچا مقام
آپ کر اپنی مدد ہرگز سہاروں سے نہ کھیل

(۱۵)''غزل''

گلوں کو خار سمجھا جارہا ہے
حیا کو عار سمجھا جارہا ہے
ہے دل میں ان کے کینہ اور عداوت
مگر دلدار سمجھا جارہا ہے
نسیمِ صبح ہوں گلشن میں مجھ کو
گلوں پہ بار سمجھا جارہا ہے
جو ڈس لیتے ہیں اپنے محسنوں کو
انھیں اب یار سمجھا جارہا ہے
ہزاروں برق ہیں پوشیدہ جس میں
اسے گلزار سمجھا جارہا ہے
زمانہ آگیا کیسا خزف کو
دُرِ شہوار سمجھا جارہا ہے
لئے پھرتے ہیں جو کشکول ہر دم
انھیں خود دار سمجھا جارہا ہے
نصیحت جو ہیں کرتے آج فیصلؔ
انھیں غدار سمجھا جارہا ہے

(۱۶)''غزل''

سمومِ کرب سے جھلسی کلی معلوم ہوتی ہے
چمن میں اب تو ہر سو بے کلی معلوم ہوتی ہے
نگاہ و قلب وجاں میں ہو بسی بوئے گلِ جاناں
تو پھر کیفِ فراواں زندگی معلوم ہوتی ہے
''ابھی تک موج دریا کے سہارے میری کشتی تھی
خضر آئے تو کشتی ڈوبتی معلوم ہوتی ہے''
بدل کس نے دیا آئینِ میکش، میکدہ ساقی
جہاں میں اب تو ہر شئی اجنبی معلوم ہوتی ہے
ترے ایماء ہی پہ آئے تھے ہم میخانہ اے ساقی
مگر جلوؤں میں چاہت کی کمی معلوم ہوتی ہے
نہیں شکوہ خزاؤں کو چمن میں اے چمن والو
بہاروں میں بھی اب تیرہ شبی معلوم ہوتی ہے
خرد نے عقل کل سمجھا تھا دلبر جن کو جانا تھا
محض فنکار کی وہ آذری معلوم ہوتی ہے
کہاں تک داستانِ غم سناؤں تجھ کو اے فیصلؔ
کہ اس سے بھی تو اب شرمندگی معلوم ہوتی ہے

(۱۷)''غزل''

یہ کیسا انقلاب تازہ آیا ہے زمانوں میں
ازل سے تھا جو دشمن آج ہے وہ راز دانوں میں
نسیمِ صبح کی مانند جاں پرور جنھیں جانا
انھیں کے لطف سے پہونچے شرارے آشیانوں میں
گل ولالہ کی خونباری سے آخر ہوگا کیا حاصل
اگر ہوش وخرد بیدار نہ ہو باغبانوں میں
جو درسِ آگہی غیروں کو دیتے ہیں سدا یارو
وہ خود بیدار ہوجائیں تو برسے ہن جہانوں میں
اخوت اور مروت پاسداری ہیں کہاں باقی
دیانت اور امانت منجمد ہیں سرد خانوں میں
جو غیروں کو سکھاتے تھے محبت اور وفا کے گُر
مقید ہیں وہی ظالم ہوس کے قید خانوں میں
بھلا ساحل پہ کشتی کیسے پہونچے نوعِ انساں کی
ہے چشمک ناخداؤں میں ٹھنی ہے بادبانوں میں
جمال ارزانیوں سے جن کی انجم سہمے جاتے ہیں
ہے درد انگیز ان کی داستاں سب داستانوں میں
یہ ہٹلر اور مسولینی نپولین ہیں غارت گر
رہی ہے داستاں ان کی سدا خونی زمانوں میں

ثمر افشاں نہیں ہوتی جہاں میں ظلم کی ٹہنی
بکی ہے عصمتِ ظالم کبھی تو چند آنوں میں
ہوس نے خواجگی کے بت تراشے ہیں یہاں کتنے
وطن، نسل وحسب رنگ وزباں ہیں حکمرانوں میں
انھیں سے حوصلہ افزائی ہوتی ہے جرائم کی
محافظ بن کے جو بیٹھے ہیں دفتر اور تھانوں میں
پیام سرمدی اقبالؔ کا تجھ کو ہے اے فیصلؔ
توشاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں"

☆☆☆☆

(۱۸)''غزل''

عشق میں مضمر زیست کا گلشن
عقل وخرد ہیں سد آہن

کس کو دوں الزامِ ہلاکت
اپنا نفس ہی اپنا دشمن

مغرب نے وہ چتا جلائی
خلق و وفا ہیں جس کا ایدھن

تین عناصر آویزش کے
زر، زمین ہے، اور ہے زن

دل کی حقیقت یوں ہے جیسے
باغِ ، صبا ، گل ، بجلی ، خرمن

تیری یاد ہے جب بھی آئی
قصرِ دل کا کھل گیا روزن

گلہائے عرفاں کی بدولت
خوشبو پھیلی آنگن آنگن

کامل اس کی زیست ہے فیصلؔ
جس کو نبیؐ کا مل گیا دامن

(۱۹)''غزل''

ہر کلی آج مسکرائی ہے
باغِ دل میں بہار آئی ہے
کل وہ نذرِ خزاں نظر آئی
جو کلی آج مسکرائی ہے
برگِ نورس پہ بوند شبنم کی
موجِ صد نور میں نہائی ہے
مجھے گرداب میں پھنسا پاکر
موجِ دریا بھی مسکرائی ہے
ان کے حسنِ کرم کا صدقہ ہے
بات اتنی سمجھ میں آئی ہے
سب سے بڑھ کر ہے فیصلؔ ان کی ذات
باغِ دل سے صدا یہ آئی ہے

(۲۰)''غزل''

خزاں میں بھی اگر لطف دلِ دلدار ہوجائے
کلی کی آنکھ کھل جائے چمن بیدار ہوجائے
جو وصفِ عشق ابراہیم گر تجھ میں بھی ہو پیدا
شرر بھی چند لمحوں میں گلِ گلزار ہوجائے
تدبر کی فسوں کاری ہو گر تجھ کو بھی کچھ حاصل
نہیں بہتر کہ کوئی شخص باپندار ہوجائے
کٹے زنجیر افلاس وعناد وبغض ونفرت کی
اگر دنیا صداقت کی علمبردار ہوجائے
ادائے شکر ہی افزونی نعمت کی باعث ہے
یہ وعدہ ہے خدا کا کاش استحضار ہوجائے
عروج آدم خاکی فقط مضمر اسی میں ہے
کہ وہ بندہ خدا کا ہو تو پھر سردار ہوجائے
اطاعت گر نہیں حاصل تجھے شاہ دو عالم کی
عمل بسیار بھی ہو تو وہ بیکار ہوجائے
نفس کی رفت وآمد میں ہے پوشیدہ گہر ایسا
وہ ملتا ہے اسی کو جو کہ شب بیدار ہوجائے
سموم کرم وحرماں ہو کہ برق رنج وحسرت ہو
یہ سب گلشن بنیں گر گل نگاہِ یار ہوجائے
تمنا ہے کہ سیلِ اشک اتنا تیز ہو فیصلؔ
بہادے تجھ کو سمتِ یار اور دیدار ہوجائے

(۲۱)''غزل''

جہاں نہ بولنا اس کو تھا وہ وہاں بولا
مرا رقیب بھی بولا کہ بے زباں بولا
چمن میں شاخِ گلِ یاسمین کٹتی رہی
جنوں کا دور تھا پھر بھی نہ باغبان بولا
ستم زمانے کا کب تک سہیں اے اہل چمن
روش روش ہے کبیدہ یہ گلستاں بولا
بہار ان کے لئے ہے خزاں ہے کس کے لئے
متاعِ خانۂ دل ہے یہ باغباں بولا
نشان جورو جفا کو کہاں چھپاؤ گے
جہاں پہ آگ لگی ہے وہاں دھواں بولا
تحفظات کی خاطر جو پاسباں سے ملا
اسی نے آگ لگائی ہے آشیاں بولا
خدا کی ذات پہ کامل یقین کر فیصلؔ
یہی زمیں نے کہا سچ ہے آسماں بولا

(۲۲) ''غزل''

گلستاں میں گلوں کی عطر افشانی نہیں جاتی
دلِ مسلم سے احمدؐ کی ثنا خوانی نہیں جاتی
عزائم گر ہوں ہمدوش ثریا تو نہیں ڈر کچھ
پسِ مہر مبیں انجم کی تابانی نہیں جاتی
حقیقت مثلِ مہروماہ لوحِ دل پہ ہے تاباں
وہ منواتی ہے اپنے کو کبھی مانی نہیں جاتی
جو منکر ہیں حقیقت کے وہ خود منکر نہیں اس کے
وہ تلخی ہے بلا احساس پہچانی نہیں جاتی
ہوں زنگ آلود دل آنکھوں پہ پردہ کان ہوں بہرے
نبوت درفشاں بھی ہو تو حرمانی نہیں جاتی
حوادث گردش وکلفت سے دنیا میں نہیں چارہ
گلوں کو دیکھ لو خاروں کی مہمانی نہیں جاتی
رہے تسکینِ خاطر تیری زاد راہ اے فیصلؔ
کبھی بیکار جان ودل کی قربانی نہیں جاتی

(۲۳)''غزل''

عزم راسخ ہو تو احوال بدل جاتے ہیں
پیار سچا ہو گر پتھر بھی پگھل جاتے ہیں
حسن والوں کی گلی رنگ پہ آتی ہے تو پھر
واعظ وعالم وزاہد بھی پھسل جاتے ہیں
خوگر حسن کو وہ جلوہ نمائی ہے بہت
شمع جلتی ہے تو پروانے بھی جل جاتے ہیں
حسن کے زلف گرہ گیر کے قیدی اکثر
جادۂ عشق میں گر پڑ کے سنبھل جاتے ہیں
رشتے ناطے تو بھلے دن کے ہیں ساتھی فیصلؔ
وقت پڑتا ہے تو سب یار بدل جاتے ہیں

(۲۴)''غزل''

تمام جسم لہو کر لیا جگر کے لئے
مگر گلاب کھلے ہیں تو بے ہنر کے لئے
نشاطِ کار کا حاصل بلند پروازی
اڑان سچی کہانی ہے بال وپر کے لئے
رہینِ منت کیشاں ستم ظریف ہیں وہ
انھیں چنا ہے ستم نے ہی در بدر کے لئے
امیر شہر کا سب کچھ ہے مرغ زاروں میں
مگر غریب تڑپتا ہے ایک گھر کے لئے
ترے جناب میں کوشش کی جب حضوری کی
نوا یہ آئی نہیں شام یہ سحر کے لئے
یہ عاشقی بھی تو اب جان پہ ہے بن آئی
دلوں کا ملنا بھی عنوان ہے ضرر کے لئے
یہ دور جور وجفا سے رقم ہے اے فیصلؔ
قلم کا ذوق چھلکتا ہے مال و زر کے لئے

(۲۵)''غزل''

گلوں کا حسن جمالِ چمن فریب آ گیں
زمین و آسماں کوہ و دمن فریب آ گئیں

نسیم صبح ہو یا ہو جمالِ قوس قزح
وہ کہکشاں ہو کہ درِّ عدن فریب آ گیں

سکوں نواز ہیں شام وسحر حسین جلوے
صبا کی موج سے مشکِ ختن فریب آ گیں

تمام دانش وحکمت کی جلوہ سامانی
عجب کہ لذت وکام ودہن فریب آ گیں

تصورات کے باغوں میں وہ حسیں پیکر
کلی ہو یا کہ ہو سرو سمن فریب آ گیں

تمہیں حیات ملی امتحاں کو اے فیصلؔ
یقین جانئے سارا زمن فریب آ گیں

(۲٦)"غزل"

گلوں سے پیار کریں گلستاں کی بات کریں
مزہ تو جب ہے نظام جہاں کی بات کریں

الجھ کے رہ گئے قسمت کے تانے بانے بھی
سکوں فروز ہے باغ جناں کی بات کریں

زمیں پہ دیر وحرم کے طویل افسانے
حرم ہے پاک مقدس سماں کی بات کریں

وہ ذات قادر مطلق جہاں میں یکتا ہے
دل وزباں سے اسی لامکاں کی بات کریں

اسی کی ذات کریمی کا تو یہ صدقہ ہے
مشاہدات میں اس گلفشاں کی بات کریں

اسی کے نور سے چمکے ہے سارے بحر وبر
وہ ذات عالی ہے اس بے گماں کی بات کریں

ملا ہے جو بھی اسی ذات سے ملا فیصلؔ
زمیں پہ رہ کر اسی آسماں کی بات کریں

(۲۷)''غزل''

کشتی بھی نہیں بدلی دریا بھی نہیں بدلا
ہم ڈوبنے والوں کا جذبہ بھی نہیں بدلا

منزل کے اشارے بھی بے طور نظر آئے
بے رنگ زمانے کا رستہ بھی نہیں بدلا

رستہ بھی بہت روشن منزل بھی نگاہوں میں
انداز سفر لیکن بدلا بھی نہیں بدلا

وہ کچھ بھی کہیں لیکن گلشن کی محبت میں
اس کارگہ گل میں تنکا بھی نہیں بدلا

بدلے ہیں تو بدلے ہیں انداز نظر لیکن
گلشن بھی نہیں بدلے صحرا بھی نہیں بدلا

قانون الٰہی کا ہو پاس تجھے فیصلؔ
رہرو کا زمانے میں رستہ بھی نہیں بدلا

(۲۸)"غزل"

محبت کیا ہے دل کا درد سے معمور ہوجانا
جفائے دوست کی تاثیر سے مسرور ہوجانا

محبت دل شکن جذبات کا آئینہ ہوتی ہے
نشانِ جذبۂ الفت ہے دل کا چور ہوجانا

درونِ خانۂ دل لذت زخم جگر بھی ہو
طلب صادق رہے اور جل کے مثل طور ہوجانا

محبت کی حقیقی رہگذر بے خوف ہے لیکن
مگر آساں نہیں ہے سرمد و منصور ہوجانا

رہین زندگی ہوکر بھی بخشا ہے محبت نے
خیال بادۂ کوثر سے دل مخمور ہوجانا

دلِ شیدا کی باتوں میں تم آجاتے ہو اے فیصلؔ
کچھ آساں بھی نہیں درخواست کا منظور ہوجانا

(۲۹) ''غزل''

ذرا سی دیر کو آئے تھے خواب آنکھوں میں
کمالِ حسن کہ رنگِ شباب آنکھوں میں

رہِ جنوں میں طرح دیکھے وہ مچل کے گئے
بنا ہے حسن وتجمل سراب آنکھوں میں

یہ دل ہزار گماں کا بنا ہے سودائی
جمالِ رقص ستم ہے عذاب آنکھوں میں

وفا کی بات تھی لیکن ستم نصیبی ہے
ستم کے صدقے کھلے ہیں گلاب آنکھوں میں

دلوں کو چھوگئے جشنِ بہار کے منظر
سلگ اٹھے ہیں چمن کے گلاب آنکھوں میں

گنہ کی چاہ میں ڈوبا ہے نفس امّارہ
مگر عفیف دل وجاں کی آب آنکھوں میں

جہاں میں جس کی عنایت سے روشنی پھیلی
کھٹک رہا ہے وہی آفتاب آنکھوں میں

انیس جاں تھے متاعِ دل و نظر فیصلؔ
وہ آئینے بھی ہوئے بے حجاب آنکھوں میں

(۳۰) ''غزل''

جانِ دل جانِ تمنا ہے کدھر جائے گا
وہ تو خوشبو ہے فضاؤں میں بکھر جائے گا

شمعِ تقدیر کی تنویر جدھر جائے گی
ہے جو پروانہ تو پروانہ ادھر جائے گا

گنگناتا ہوا اک تیر کماں سے نکلا
کیا خبر تھی کہ رگِ جاں میں اتر جائے گا

دامنِ عفو میں مل جائیگا مجھ کو بھی سکوں
عرش تک جب مرے نالوں کا اثر جائے گا

خوب سے خوب کی منزل پہ نگاہیں رکھو
جذبۂ عشق سے دریا بھی اتر جائے گا

شیوۂ عشق میں شکوہ نہیں کرتے فیصلؔ
پابہ زنجیر مسافر بھی گذر جائے گا

(۳۱)"غزل"

تمناؤں سے شہرِ آرزو آباد رہنے دے
قفس میں قید رکھ یا قید سے آزاد رہنے دے

رہ ورسمِ محبت فکرِ تابندہ غمِ دوراں
امانت ہیں کسی کی اے دلِ ناشاد رہنے دے

ستم گر کے ستم بھی ہیں کلیجے سے لگالوں گا
مرے ٹوٹے ہوئے دل میں بس اپنی یاد رہنے دے

زمانہ ہوگیا زنجیر میں دانش کدے لیکن
کوئی گوشہ ہماری فکر کا آزاد رہنے دے

بہت ہے پھوس کی کٹیا تری جنت سے کیا لینا
غریبی میں کرم اے وقت کے شداد رہنے دے

محبت اک حسیں شئی ہے اسے گر آزمائے تو
نفور و وحشت وظلم وجفا بیداد رہنے دے

خمارِ زندگی بڑھتا ہے تو ذلت اترتی ہے
نفس کی آبرو اس میں ہے کہ ناشاد رہنے دے

گلستانوں میں گلچینوں کا قبضہ ہے تو اے فیصلؔ
مجھے صحرا نشینی کے لئے برباد رہنے دے

(۳۲)''غزل''

رندوں میں پند وموعظت یوں ہی گذرگئی
اسکا گلہ نہیں کہ دعا بے اثر گئی

گلشن کا حال دیکھ کر گھبرائی صبا
اک آہ کھینچ کرکے نسیمِ سحر گئی

عکسِ جمال لیکے عنادل تھے باغ میں
لیکن وفا کی راہ میں ظلمت پسر گئی

ان کی نظر سے خوب ہوا باغِ دل نہال
واللہ کیا نظر تھی کہ ہر شئی سنور گئی

غنچہ کلی تھی سرو سمن اس کے دام میں
بادِ سموم جب کبھی جس جا گذر گئی

خوشیوں کا اک سماں تھا مگر تھی وداعِ دوست
خاروں بھری تھی راہ جہاں تک نظر گئی

تھا مہوشوں کی راہ میں فیصلؔ بھی منتظر
باد نسیم صحنِ چمن سے گذر گئی

(۳۴)''غزل''

اپنے دل میں دیں کے احساسات پیدا کیجئے
غیرت و ایماں بھرے جذبات پیدا کیجئے

جو نہنگوں کے نشیمن کو جلادے وہ شرر
اپنے ایماں میں وہی اثرات پیدا کیجئے

جو ہوں دلکش اور سرور آگیں مسرت خیز بھی
خارِ زارِ غم میں وہ باغات پیدا کیجئے

روس وامریکہ وچیں سے کیوں بھلا خائف ہے تو
مثل طارق، ارسلاں جذبات پیدا کیجئے

فاتحِ ثانی و داخل عزم وہمت کے چراغ
پھر سے یورپ پہ وہی اثرات پیدا کیجئے

احمدِ سرہند و سنوسی کا یہ پیغام ہے
کفر کو جو توڑ دے وہ ہاتھ پیدا کیجئے

کیوں سمومِ یاس ہے گلزارِ ملت پر محیط
ابرِ نیساں کی طرح گل وبات پیدا کیجئے

ہوا نوا تیری مسلسل مثل مرغانِ سحر
بربطِ احساس میں نغمات پیدا کیجئے

فیصلؔ حساس کی ہے یہ صدائے دلنواز
اک نیا عالم نئے دن رات پیدا کیجئے

☆☆☆☆

(۳۴)''غزل''

بہا کر خون دل کی ہے چمن آرائیاں ہم نے
گلوں کو مسکراہٹ دی عنادل کو فغاں ہم نے

یہ برق و رعد کیا بادصبا بھی دشمنِ جاں تھی
مگر جوشِ جنوں میں رکھ دی طرح آشیاں ہم نے

یہ مہر وماہ واختر اور شفق کون ومکاں شاہد
سکھایا نوعِ انسانی کو طرزِ قدسیاں ہم نے

عنادل آشیانوں میں رہیں نہ محو خواب اب تو
کہ صیاد وقفس دیکھے نصیبِ دشمناں ہم نے

ستم ہے جو کہتے ہیں ظالم اور پردیسی
حقیقت ہے کہ بھارت کو کیا رشک جناں ہم نے

گذرگاہوں میں مل کر ہم سے رخ وہ موڑ لیتے ہیں
بچھایا جن کی راہوں میں نگاہ وقلب وجاں ہم نے

زمانہ محوِ حیرت ہے ہمارے عزم پر فیصلؔ
کیا اس دور میں ذکرِ خد کو حرزِ جاں ہم نے

(۳۵) ''غزل''

ہم نے مانا کہ ہم کو بھول گئے　　پر نہ بھولیں گے ہم وفا دے کر
ایسی کیا بات تھی جو روٹھ گئے　　بے وفائی ملی صفا دے کر

یاں جو دیکھا شب غم ہر سو تھی
رات تاریک تھی بھیانک تھی
سائے نے روٹھ کر جو منہ موڑا
یہ بھی اک بات تو اچانک تھی
جان ودل سے فدا رہے جس پر
کوئی غازہ تھا یا کہ کالک تھی
سامنے کوئی بھی نہ اپنا تھا
ہار بیٹھے جہاں صدا دے کر

ہم نے مانا کہ ہم کو بھول گئے　　پر نہ بھولیں گے ہم وفا دے کر

کرب و اندوہ غم کی ارزانی
یہ زمانہ زمانہ لاثانی
آشیاں جو بنا ہے تنکوں سے
کررہا ہوں اسی کی دربانی
میری فطرت نہیں مکر جانا
کرتا اس کو ہوں جس کو ہے ٹھانی
کاش الفت تیری ہویدا ہو
پھر نہ جاؤ کہیں جفا دے کر

ہم نے مانا کہ ہم کو بھول گئے   پر نہ بھولیں گے ہم وفا دے کر

کتنا بے داغ اپنا درپن تھا
ہم میں کچھ بھی نہیں تو ان بن تھا
رات اور دن کا کچھ پتہ نہ تھا
جیسے ہر روز روز ساون تھا
میری خوشیوں کے آج آنگن میں
کون آیا ہے کوئی راون تھا
زخمِ دل ہجر میں ہویدا ہوا
کون مرہم بنے دوا دے کر

ہم نے مانا کہ ہم کو بھول گئے   پر نہ بھولیں گے ہم وفا دے کر

فیصلؔ اس ساز کو نہ چھیڑ ابھی
اپنے اشہب کو نہ دے ایڑ ابھی
وقت باقی ہے کام کرتا جا
تازہ دم ہو نہیں ادھیڑ ابھی
راہ پاکر سفر تو کرتا جا
کہکشاؤں کی رو نہ چھیڑ ابھی

آگے منزل تری نمایاں ہے   روک نہ لے کوئی دغا دے کر
ہم نے مانا کہ ہم کو بھول گئے   پر نہ بھولیں گے ہم وفا دے کر

☆☆☆☆

(۳۶)''غزل''

لذت درد جگر یاد آئی
عشق کی پہلی نظر یاد آئی

منزلِ جاں کی مسافت کا خیال
پھر وہی راہ گذر یاد آئی

سحر انگیز تھا گلشن کا جمال
صورتِ رشکِ قمر یاد آئی

جل اٹھے پھر تری یادوں کے چراغ
شوخیٔ برق و شرر یاد آئی

وہ تبسم لب لعلیں کی قسم
شب ہجراں کی سحر یاد آئی

خاورِ عشق کی طلعت کی خلش
شام یاد آئی سحر یاد آئی

مست آنکھوں کا علاقہ فیصلؔ
زندگی بارِ دگر یاد آئی

(۳۷)''غزل'' (منتخب)

ابھی راستے اور دشوار ہوں گے
کہ مسند نشیں پھر اداکار ہوں گے

ہے دشمن نیا تھوڑا ہوشیار رہنا
نئے زاویوں سے نئے وار ہوں گے

وطن کو وہی لوگ درکار ہوں گے
وطن پر جو مٹنے کو تیار ہوں گے

اگر پاس دولت کے انبار ہوں گے
ہر اک سمت تیرے طرفدار ہوں گے

کہیں بھی کوئی حادثہ ہو یہاں پر
ہمیں لوگ پہلے گرفتار ہوں گے

کریں گے وہی پارسائی کا دعویٰ
بہت جن کے مشکوک کردار ہوں گے

(۳۸)''غزل''

اتصال وربطِ اقوال وملل کی بات ہو
ذکر ماضی چھوڑ یئے اب آج کل کی بات ہو
کس قدر ہے ملتِ بیضا اسیرِ ابتلاء
اہل دانش کچھ تو اسباب وعلل کی بات ہو
اٹھ کہ ہیں بے تاب کرنیں تیرے استقبال کو
زندگی میں کچھ تواب فکر وعمل کی بات ہو
پہلے تدبیر فلاحِ ارضِ عالم چاہئے
بعد ازاں مہتاب ومریخ وزحل کی بات ہو
رزم ہو یا بزم ہو علم وہنر صد آفریں
ہر جگہ فکر وتدبر اور عمل کی بات ہو
ہو اگر رب دوعالم کی رضا حاصل تجھے
مشکلیں کافور ہوں سم میں عسل کی بات ہو
مادیت نے عنانِ زندگی ہے موڑدی
اپنے بیگانے یہ کہتے ہیں محل کی بات ہو
ہے وفا کیشی یہی اور باعثِ فوز وفلاح
جبکہ سکھ میں بھی خدائے لم یزل کی بات ہو
شہر والوں میں خلوص باہمی مفقود ہے
اب تو راحت کے لئے دشت وجبل کی بات ہو
ہے ضرورت پھر اسی فیصلؔ کی امت کے لئے
جو کرے شیرازہ بندی اور عمل کی بات ہو

(۳۹)"غزل"

نجوم ومہر ومہ وآسماں فریب آگیں
سبک خرام یہ ابر رواں فریب آگیں
بہار گلستاں ، آب رواں فریب آگیں
گلوں کا حسن نسیم جناں فریب آگیں
جمال قوس قزح کے حسین نظارے
شفق کا حسن یہ برق تپاں فریب آگیں
عیاں ہے اہل بصیرت پہ ، یہ حقیقت بھی
سراب وخواب ہے پورا جہاں فریب آگیں
الگ الگ ہیں سبھی دیکھنے میں قربت ہے
مشاہدات میں یہ کہکشاں فریب آگیں
یہ زندگی نہیں انعام ، ابتلا ہے یہ
بہار ہو کہ دور خزاں فریب آگیں
حذر نہنگ نما نفس وزن وانساں سے
لرزتے ہونٹ ، یہ اشک رواں فریب آگیں
تخیلات سے آگے مقام ہے جس کا
وہی ہے آج اسیر گماں فریب آگیں
فریب خوردہ ہوں کیا کیا بیاں کروں فیصل
حسین ودلکش ورنگیں جہاں فریب آگیں

(منتخب)

(۴۰)''غزل''

ترے خیال سے بڑھ کر خیال ناممکن
تو بے مثال ہے تیری مثال ناممکن
کمی ضرور تھی کچھ تجھ میں ورنہ ایسا کیوں
شکست کھائے کوئی باکمال ناممکن
کوئی شریک نہیں ہوتا تنگ دستی میں
کسی سے جا کے کروں میں سوال نا ممکن
یہ تیرے ظلم کا سورج غروب تو ہوگا
سدا رہیں گے یہی ماہ وسال ناممکن
ہمارے شعروں پہ اب حاسدین کہتے ہیں
شعور وفکر کی ایسی مثال ناممکن
مری حیات کے جتنے بھی دن مقرر ہیں
ہو اس کے پہلے مرا انتقال ناممکن

(۴۱)''غزل''

میں تجھے چھیڑا کروں تو بھی خفا ہوتا رہے
اس میں میرا کیا ہے اگر یوں بے وفا ہوتا رہے
پہلو میں تم ہنستے رہو، نظروں میں تم چھپتے رہو
گلشن میں گل کھلتے رہیں رقص صبا ہوتا رہے
اک سلسلہ چلتا رہے بادہ کشی کا رات بھر
مستی میں تم ڈوبے رہو مجھ کو نشہ ہوتا رہے
نامے کو پھر تیز کروں عشق کی تحریر سے
گفتگو بھی گر میرا دل سے جدا ہوتا رہے
پہلو بہ پہلو ہم یونہی چپ چاپ سے بیٹھے رہیں
جتنا ہے دل میں رنج و غم نذر شفا ہوتا رہے
ہم بھی نہ دیکھیں غیر کو رشک نگہ سے اے فیصل
آشنا ہم سے بھی گر اک آشنا ہوتا رہے

''اردو کی فریاد''

میں جس سے بہلتا ہوں تم اس سے ہی جلتے ہو
گلدستۂ ارماں پہ کیوں خاک کو ملتے ہو

اس دیس کا باسی ہوں یہ دیس مرا گھر ہے
مجھ کو مرا حق دے دو کیوں حق کو نگلتے ہو

سرسیدؔ وحالیؔ وچکبست وکرشن چندر
کیوں شبلیؔ وغالبؔ کی تاریخ بدلتے ہو

آزادیٔ بھارت میں ہے میرا بہت حصہ
اب سینۂ محسن پہ کیوں مونگ کو دلتے ہو

جس گل کی سخاوت سے بھارت کی فضا مہکی
اس پھول کو اے لوگو کیوں آج مسلتے ہو

اردو نے بوقت صبح آکر یہ کہا مجھ سے
لاشہ مرا تڑپے گا گر رخ کو بدلتے ہو

کچھ ذوقِ سلاسل ہو تو کام کرو بڑھ کر
کیوں صرف تصور میں آکاش پہ چلتے ہو

کس طرح کرے فیصلؔ باتوں پہ یقیں تیرے
منشورِ الیکشن سے ہر بار پھسلتے ہو

مہ رمضان آیا ہے

ہزاروں نعمتیں لے کر مہِ رمضان آیا ہے
خدا کی رحمتیں لے کر مہِ رمضان آیا ہے
ہٹالو اپنے رخ سے تم قنوطیت کے درپن کو
تمہاری بخششیں لے کر مہ رمضان آیا ہے
تلاوت اور عبادت سے کرو آباد ہر لمحہ
مبارک ساعتیں لے کر مہِ رمضان آیا ہے
منافی دین وایماں ہے نہیں لائق مسلماں کے
سمجھنا شدتیں لے کر مہِ رمضان آیا ہے
عطا ہوگی تمہیں فتح ومدد عزت مسلمانو!
خدا کی نصرتیں لے کر مہِ رمضان آیا ہے
ہے بڑھتی قدر ہر حسن عمل کی اس مہینے میں
نوازش ، برکتیں لے کر مہِ رمضان آیا ہے
خدایا بخش دے فیصلؔ کو صدقہ اپنی رحمت کے
جہاں میں رحمتیں لے کر مہِ رمضان آیا ہے

استقبالیہ: بحضور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

بوقت آمد جامعہ اسلامیہ بھٹکل (یکم/جنوری ۱۹۸۳ء)

صبا ہے عطر فشاں بوالحسن کی آمد ہے
فضا ہے رشکِ جناں بوالحسن کی آمد ہے
نوید لائی ہے بادِ صبا بوقتِ سحر
معین(۱) وحبر زماں بوالحسن کی آمد ہے
امنڈ کے آئے ہیں احباب مثل پروانہ
دیئے ہیں نورفشاں بوالحسن کی آمد ہے
غضب کا خوف ہے فرعون وقت پر طاری
کلیمِ عصرِ رواں بوالحسن کی آمد ہے
طلسمِ ہوش ربا جس نے توڑا مغرب کا
اسی خلیل جہاں بوالحسن کی آمد ہے
رواں ہیں فیض کے چشمے یہاں وہاں جس کے
اسی کریم زماں بوالحسن کی آمد ہے

جلو یں جس کے نظر آئے ہاشم(۲) و پاریکھ(۳)
قوی(۴) ہیں نورفشاں بوالحسن کی آمد ہے
ہے اشتیاق نظر بار بار دیکھوں میں
یہی ورد زباں بوالحسن کی آمد ہے

---

(۱) مولانا معین اللہ ندوی صاحب (۲) مولانا ہاشم فرنگی محلی
(۳) مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب (۴) حکیم عبدالقوی صاحب

جلویں جس کے نظر آئے سلمان(۱) جناب عبداللہ (۲)
فروغ کاہکشاں بوالحسن کی آمد ہے
جناب طارق(۳) وبوبکر(۴) ہیں شریک سفر
خطیب سحر بیاں بوالحسن کی آمد ہے

وہ ذات جس کے ہیں شیدائی اپنے بیگانے
اسی عزیز جہاں بوالحسن کی آمد ہے

ہمیشہ زندہ وپائندہ جامعہ یہ رہے
دعائے پیروجواں بوالحسن کی آمد ہے

ہوا عطا جسے فیصؔل ایوارڈ اے فیصؔل
اسی امام زماں بوالحسن کی آمد ہے

(۱) مولانا سلمان حسینی ندوی صاحب (۳) مولانا عبداللہ حسنی ندوی مرحوم
(۴) طارق حسن عسکری (۵) مولانا ابوبکر حسنی

(منتخب اشعار)

قصبہ کرسی میں بزم اہل علم کا طرحی مشاعرہ

۱۶/۲/۲۰۱۴ء

ہم سوچتے ہیں عشق کا روشن دیا کریں
پھر ہم تمام عمر اسی میں جلا کریں

ہیں دائیں بائیں وقت کے ابلیس ہر گھڑی
ممکن ہو جتنا آپ سے ذکر خدا کریں

یہ تیز دھوپ میرا بگاڑے گی کیا بھلا
سر پر جو تیری زلف کے سائے رہا کریں

ایسا نہیں کہ آپ اکیلے رہیں گے پھر
سچ بولنے کا آپ ذرا حوصلہ کریں

کوثر بقا کی راہ تو ہموار ہو ذرا
تب ہم کسی کے واسطے خود کو فنا کریں

اک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑیں تمام عمر
آؤ تمام عمر یہی اک دعا کریں

(منتخب)

منقبت حضرت مولانا علی میاں ندویؒ

خوش رنگ اعتبار تھے حضرت علی میاںؒ
مہکی ہوئی بہار تھے حضرت علی میاںؒ

انسانیت نواز مشن ان کی زندگی
اس دیش کا وقار تھے حضرت علی میاںؒ

انسانیت کا لیکے چلے تھے وہ اک مشن
انساں کے غمگسار تھے حضرت علی میاںؒ

کتنی ہی زرد فصلوں کو سرسبز کر گئے
اک ایسا آبشار تھے حضرت علی میاںؒ

علم وادب کی تاج وری تھا انھیں کا حق
وہ علم کا دیار تھے حضرت علی میاںؒ

پروردگار نے انھیں بخشی تھی عظمتیں
ملت کا افتخار تھے حضرت علی میاںؒ

آواز دے رہے تھے کہ سب جاگتے رہو
امت کا پہرہ دار تھے حضرت علی میاںؒ

انسان دوستی کا سبق یاد کیجئے
کہتے تھے بار بار یہ حضرت علی میاںؒ

نفرت کی آندھیوں میں گھرا ہے مرا وطن
یہ سن کر بے قرار تھے حضرت علی میاںؒ

دنیا کے گوشے گوشے سے آتی ہے یہ صدا
رہبر وہ شاندار تھے حضرت علی میاںؒ

سب احترام کرتے تھے دنیا کے تاجدار
عالم کے تاجدار تھے حضرت علی میاںؒ

جب تک جئے جہاں کو ضیاء بانٹتے رہے
اک نور کا منار تھے حضرت علی میاںؒ

تھے بیسویں صدی کے وہی رہنما بشر
ہر دل کی وہ پکار تھے حضرت علی میاںؒ

☆☆☆☆

ماہ جنوری ۱۹۸۵ء

گلہائے عقیدت

بموقعہ تشریف آوری جامعہ اسلامیہ بھٹکل

حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ، امیر شریعت بہار، واڑیسہ وجھارکھنڈ

(نتیجہ فکر مولانا محمد خالد فیصلؔ ندوی)

مرحبا اے پیکر علم و صداقت مرحبا　　مرحبا اے مرکز رشد و ہدایت مرحبا
مرحبا اے حاملِ دین و شریعت مرحبا　　مرحبا اے نازشِ مہر و محبت مرحبا
مرحبا اے کشتئ انسانیت کے نا خدا
مرحبا اے چشمۂ اخلاص صدق و باصفا
کاوش و فکر و عمل زہد وصفا کا زرّیں باب　　ہیں جناب منت اللہ درخشندہ آفتاب
زیب دیتا ہے جسے میرِ شریعت کا خطاب　　جس کی پوری زندگی سوز ویقیں کی ہے کتاب
مرحبا اے کشتئ انسانیت کے نا خدا
مرحبا اے چشمۂ اخلاص صدق و باصفا
آج ہے مسرور بھٹکل شاد ہیں اس کے مکیں　　گلفشاں ہے جامعہ پر نور ہے اس کی جبیں
لالہ و گل مہر و ماہ و نجم حورِ نازنین　　مرحبا کہتے ہیں سب آمد ہے یہ صد آفریں
مرحبا اے کشتئ انسانیت کے نا خدا
مرحبا اے چشمۂ اخلاص صدق و باصفا
ہے تو ناموسِ شریعت کا محافظ و پاسباں　　یعنی مسلم پرسنل لا کا امین و درازداں
نورِ علم و آگہی تیری جبیں سے ہے عیاں　　تو ہے بیشک گلشنِ ہستی کا مخلص باغباں

مرحبا اے کشتئ انسانیت کے نا خدا
مرحبا اے چشمۂ اخلاص صدق و باصفا

اے کہ وہ جو کشور انصاف کا ہے تاجدار جس نے توڑا ہے فسون آذری کو بار بار
شکلِ گل روشن جبیں ہے جس کی سیرت تابدار ہے وہ شمع زیست پروانے ہیں لاکھوں جان نثار
مرحبا اے کشتئ انسانیت کے نا خدا
مرحبا اے چشمۂ اخلاص صدق و باصفا
جس نے توڑا ہے طلسم قادیان و آذری یعنی مولانا مونگیری دانا و بینا جری
جس نے بیشک کی مئے توحید کی ساقی گری آپ کو نسبت ہے ان سے کس کو دعویٰ ہمسری
مرحبا اے کشتئ انسانیت کے نا خدا
مرحبا اے چشمۂ اخلاص صدق و باصفا
آج تکمیل تمنا سے منیری(۱) شاد ہیں عندلیبانِ چمن بھی خرم و دلشاد ہیں
کتنے تیری یاد سے قلب و نظر آباد ہیں ہے حقیقت آپ جوئے دین کے فرہاد ہیں
مرحبا اے کشتئ انسانیت کے نا خدا
مرحبا اے چشمۂ اخلاص صدق و باصفا
جس کی ہر آواز باطل کے لئے صمصام ہے ہے حقیقت ملت بیضا کا وہ ضرِ عام ہے
صبح تابندہ ہے جس کی نور افشاں شام ہے کہہ دے اے فیصلؔ کہ وہ اللہ کا انعام ہے
مرحبا اے کشتئ انسانیت کے نا خدا
مرحبا اے چشمۂ اخلاص صدق و باصفا

---

(۱) مولانا محی الدین منیریؒ سابق ناظم جامعہ اسلامیہ و بانی جامعۃ الصالحات بھٹکل۔

ترانہ

جامعۃ الامام احمد السرہندی الاسلامیہ

سونی پت (ہریانہ)

مولانا محمد خالد فیصل ندوی غازی پوری

ہم صبحِ درخشاں ، ابرِ کرم، ہم بادِ بہاری ، جانِ چمن
ہم زینتِ بزمِ عالم ہیں ، آباد ہے ہم سے یہ گلشن

شبنم کی طرح شفاف ہیں ہم، پھولوں کی طرح شاداب ہیں ہم
اسلام کی خدمت کرنے کو، بے چین ہیں ہم، بے تاب ہیں ہم

ہم سے ہی ہیں روشن سب راہیں ، وہ فکر نظر کا باب ہیں ہم
ہم شمعِ وفا کے پروانے ، گیتی پہ حسیں ایک خواب ہیں ہم

ہم صبحِ درخشاں ، ابرِ کرم، ہم بادِ بہاری ، جانِ چمن
ہم زینتِ بزمِ عالم ہیں ، آباد ہے ہم سے یہ گلشن

ہم علم و عمل کے شیدائی ، ہم حسنِ عمل کے دیوانے
صہبائے ہدیٰ کے بادہ کش ، ہم جام و سبو، ہم پیمانے

ہم دانش و حکمت والے ہیں ، ہم دشت جنوں کے فرزانے
ہم شانہ کشِ زلف گیتی ، تزئین امم کا باب ہیں ہم

ہم صبحِ درخشاں ، ابرِ کرم، ہم بادِ بہاری ، جانِ چمن
ہم زینتِ بزمِ عالم ہیں ، آباد ہے ہم سے یہ گلشن

یہ جامعہ اپنا گلشن ہے، ایمان و یقیں کی جنت ہے
یہ حسنِ عمل کا ثمرہ ہے، اخلاص میں نکہت و برکت ہے

ہر صبح یہاں کی روشن ہے ،ہر شام یہاں کی رحمت ہے
یہ فکر و نظر کا گہوارہ ، منارۂ عالمتاب ہیں ہم

ہم صبحِ درخشاں ، ابرِ کرم، ہم بادِ بہاری ، جانِ چمن
ہم زینتِ بزمِ عالم ہیں ، آباد ہے ہم سے یہ گلشن

فطرت نے اسے وہ روپ دیا، بھاتا ہے یہاں کا نظارہ
وحدت کے اجالوں کی زد میں ، وہ ثابت ہو یا سیارہ

قدرت نے سنوارا ہے جس کو ، ہر ذرہ یہاں کا مہہ پارہ
یہ علم و ہنر کی بستی ہے ، باطل کے لئے گرداب ہیں ہم

ہم صبحِ درخشاں ، ابرِ کرم، ہم بادِ بہاری ، جانِ چمن
ہم زینتِ بزمِ عالم ہیں ، آباد ہے ہم سے یہ گلشن

یہ گلشن احمد سرہندی ، کھلتا ہے جنوں کا باب یہاں
فکر ولی اللّٰہی کے سیکھے ہیں سبھی آداب یہاں

یہ فکرِ مونگیری کا مرکز، ہیں علم و ادب شاداب یہاں
افکارِ علی سے روشن ، پھر وہ منبر عالمتاب ہیں ہم

ہم صبحِ درخشاں ، ابرِ کرم، ہم بادِ بہاری ، جانِ چمن
ہم زینتِ بزمِ عالم ہیں ، آباد ہے ہم سے یہ گلشن

انوار کلیمی(۱) کے صدقے، ہر ذرہ یہاں کارنوانی
چلتی ہے یہاں جن کے دم سے ، دن رات ہوائے ایمانی

تنویر میں ہے جو رشک قمر، عمران(۲) کی جلوہ سامانی
اس باغ کے ہم رکھوالے ہیں، غنچوں کی طرح شاداب ہیں ہم

ہم صبحِ درخشاں ، ابرِ کرم، ہم بادِ بہاری ، نازِ چمن
ہم زینتِ بزمِ عالم ہیں ، آباد ہے ہم سے یہ گلشن

(۱) مولانا کلیم صاحب ناظم جامعہ (۲) مولانا عمران ندوی مہتمم جامعہ

ترانہ جامعہ دارارقم

(محمد پور گونئی، ضلع مسوہ، یوپی انڈیا)

ہم صبحِ درخشاں ابرِ کرم ہم بادِ بہاری نازِ چمن
ہم زینتِ بزمِ عالم ہیں، آباد ہے ہم سے یہ گلشن

ہم جامعہ دارارقم ہیں حسن عمل کے دیوانے اور علم کے ہم ہیں شیدائی ہم دشتِ جنوں کے فرزانے
ہم ساقی علم وہدایت ہیں ہم جام وسبو اور پیمانے ہم شانہ کشِ زلف گیتی تزئین امم کے باب ہیں ہم

ہم صبحِ درخشاں ابرِ کرم ہم بادِ بہاری نازِ چمن
ہم زینتِ بزمِ عالم ہیں، آباد ہے ہم سے یہ گلشن

یہ جامعہ اپنا گلشن ہے توحید ویقین کی جنت ہے ہر صبح یہاں کی امن آگیں ہر شام یہاں کی رحمت ہے
یہ حسن عمل کا ثمرہ ہے اخلاص کی نکہت وبرکت ہے ہے فکر ونظر کا گہوارہ اور نازشِ برق وآب ہیں ہم

ہم صبحِ درخشاں ابرِ کرم ہم بادِ بہاری نازِ چمن
ہم زینتِ بزمِ عالم ہیں، آباد ہے ہم سے یہ گلشن

فطرت نے اسے وہ روپ دیا بھاتا ہے یہاں کا نظارہ قدرت نے سنوارا ہے جس کو ہر ذرہ یہاں کا مہ پارہ
ہم بادۂ وحدت پیتے ہیں ہر فرد یہاں کا سیارہ ہم علم وہنر کے گلشن ہیں پھولوں کی طرح شاداب ہیں ہم

ہم صبحِ درخشاں ابرِ کرم ہم بادِ بہاری نازِ چمن
ہم زینتِ بزمِ عالم ہیں، آباد ہے ہم سے یہ گلشن

یہ وادی مفتی سرور ہے(۱) کھلتا ہے جنوں کا باب یہاں ہے فکر علی کا مرکز یہ ہے علم وادب شاداب یہاں
ہم ندوی نسبت رکھتے ہیں سیکھے ہیں سبھی آداب یہاں ہم فکر ولی الٰہی کے حامل ہیں دُرِ نایاب ہیں ہم

---

(۱) مولانا مفتی محمد سرور صاحب ندوی

ہم صبحِ درخشاں ابرِ کرم ہم بادِ بہاری نازِ چمن
ہم زینتِ بزمِ عالم ہیں، آباد ہے ہم سے یہ گلشن

ہم صبحِ نو کی کرنیں ہیں ہر ذرہ یہاں کا نورانی   تنویر میں ہم ہیں رشکِ قمر یہ منظر منظر لاثانی
یہ باغ بھی باغِ ندوہ ہے چلتی ہے ہوائے ایمانی   اس باغ کے خنداں پھول ہیں ہم اور علم کا روشن باب ہیں ہم

ہم صبحِ درخشاں ابرِ کرم ہم بادِ بہاری نازِ چمن
ہم زینتِ بزمِ عالم ہیں، آباد ہے ہم سے یہ گلشن

نتیجہ فکر: محمد خالد فیصل ندوی غازی پوری
استاذ حدیث وعمید کلیۃ الدعوۃ والاعلام
دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۱۲/۱۱/۲۰۲۱ء

☆☆☆☆

ترانہ جمعیت پیام امن

جمعیت پیام امن (ہردوئی روڈ، سکروری، لکھنؤ)

ہم ہیں اس کے خوشبوئے مشکِ ختن
جانِ جاں جانِ جہانِ فکر وفن

ہے یہ علم و امن کا دُرِّ ثمیں شاد ماں کلیوں کا گلشن دلنشیں
نفرتوں میں ہے محبت کا امیں دل بہار و دلربا شیریں سخن

ہم ہیں اس کے خوشبوئے مشک ختن
جانِ جاں جانِ جہانِ فکر وفن

ہم ہیں عنوانِ وفا انسانیت ہم نے سیکھی ہے یہاں انسانیت
ہم ہی ہیں شانِ کشِ انسانیت ہم ہیں رشکِ آفتابِ علم وفن

ہم ہیں اس کے خوشبوئے مشک ختن
جانِ جاں جانِ جہان فکر وفن

دلربا اخلاص کا پیکر ہے یہ نازشِ افکار کا محور ہے یہ
اس زمیں پر آسماں بن کر ہے یہ کیسا دلکش ہے یہ مفتی(۱) کا چمن

ہم ہیں اس کے خوشبوئے مشک ختن
جانِ جاں جانِ جہانِ فکر وفن

ہم سے ہوگا امنِ عالم کو فروغ راحتیں اس سے ملیں گی بے دروغ
زندگی اس کے بنا ہے بے فروغ ہم ہیں راہِ امن کے دُرِّ عدن

(۱) مولانا مفتی محمد سرور صاحب ندوی

ہم ہیں اس کے خوشبوئے مشک ختن
جانِ جاں جانِ جہاں فکر وفن

داعیِ تنویرِ امن عالم ہیں ہم عارض گیتی پہ پھیلائیں گے ہم
روشنی دنیا کو دکھلائیں گے ہم ہے دعا فیصلؔ کی ہو رشکِ چمن

ہم ہیں اس کے خوشبوئے مشکِ ختن
جانِ جاں جانِ جہاں فکر وفن

نتیجہ فکر: محمد خالد فیصلؔ ندوی غازی پوری
استاذ حدیث وتمہید کلیۃ الدعوۃ والاعلام
دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۲۰۲۱/۱۱/۳۰ء

☆☆☆☆

ترانہ ''جامعۃ الہدایۃ''

جے پور (راجستھان)

ہم نازشِ ماہ وانجم ہیں ہم سے ہے درخشاں چرخ وزمیں
ہم تابشِ دیں ہم شمعِ یقیں ہم نورِ سحر ہم لالہ جبیں

ہم مطلعِ گوہرافشاں ہیں،ہم ساغرِعلم وعرفاں ہیں — ہم شمعِ ہدایت کی کرنیں تنویر میں ماہِ تاباں ہیں
ہم گلشنِ ہستی کی زینت،ہم رونقِ بزمِ امکاں ہیں — ہم سے ہی منور گیتی ہے،ہم حاملِ دین وقرآں ہیں

ہم نازشِ ماہِ وانجم ہیں ہم سے ہے درخشاں چرخ وزمیں
ہم تابشِ دیں ہم شمعِ یقیں ہم نورِ سحر ہم لالہ جبیں

ہم عزمِ جواں کے حامل ہیں آتی نہیں ہم کو روباہی — ہم ساقیِ بزمِ ہدایت ہیں ممدوحِ ملائک اور ماہی
مشاطۂ زلفِ گیتی ہم،تہذیب نے ہم سے جلا پائی — اس بزمِ رحیمی کے صدقے یہ تابِ سخن ہم نے پائی

ہم نازشِ ماہ وانجم ہیں ،ہم سے ہے درخشاں چرخ وزمیں
ہم تابشِ دیں،ہم شمعِ یقیں ہم نورِ سحر ہم لالہ جبیں

یہ وادیٔ شاہ ہدایت ہے یہ مرکزِ سنبل وسرو سمن — ہر آن جہاں پہ بہتی ہے فنِ علم وہنر کی گنگ وجمن
تسنیم کی آمیزش جس میں خوشبو میں مثالِ مشکِ ختن — قدرت نے جسے وہ روپ دیا جو سب کی نظر میں منموہن

ہم نازشِ ماہ وانجم ہیں،ہم سے ہے درخشاں چرخ وزمیں
ہم تابشِ دیں،ہم شمعِ یقیں ہم نورِ سحر ہم لالہ جبیں

اے جامعہ تیرے بام ودر انفاسِ ہدایت رکھتے ہیں — گلزار میں بوئے گل کی طرح سہراب(۱) سے نسبت رکھتے ہیں
رفعت میں مقاصد کی خاطر مینارۂ عظمت رکھتے ہیں — واللہ بفیضِ عبدرحیم ہر(۲) رنگ میں ندرت رکھتے ہیں

ہم نازشِ ماہ وانجم ہیں ،ہم سے ہے درخشاں چرخ وزمیں
ہم تابشِ دیں،ہم شمعِ یقیں ہم نورِ سحر ہم لالہ جبیں

---

(۱) مولانا سہراب صاحبؒ بستی کے رہنے والے تھے اور حضرت شاہ ہدایت علی صاحب کے خاص دست گرفتہ اور مرید تھے، اور پوری زندگی شیخ کے ساتھ گزار دی، اور ان کی خدمت میں رہے۔
(۲) شاہ عبدالرحیم صاحب مجددیؒ ''جامعۃ الہدایۃ'' کے بانی اور حضرت شاہ ہدایت علی صاحب مجددیؒ کے خلیفہ اور پوتے تھے۔

اک پیکر خلوص جہاں سے گزر گیا

سابق: استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء جناب مولانا نور عظیم ندویؒ
کی وفات حسرت آیات پر ایک منظوم تاثر
جو "رابطہ ادب اسلامی" کے جلسہ میں پڑھا گیا، جس کے وہ اہم رکن اور آفس سکریٹری تھے۔

محفل سے آج ساقی محفل چلا گیا باقی ہے بزم بزم کا حاصل چلا گیا
محفل سے دور رونقِ محمل چلا گیا اک نور پیکر و متشکل چلا گیا
موجِ شمیم صحن چمن سے چلی گئی
گویا نشاطِ روح چمن سے چلی گئی

نور عظیمؔ علم وادب کے تھے شہسوار ان کے نگارشات قلم درِّ شاہوار
نقد و نظر میں جیسے تھے وہ تیغ آبدار آتی رہے گی ان کی ہمیں یاد بار بار
ہر اک نظر میں درد و غمِ بے قیاس ہے
مرجھائی ہے روش تو کلی بھی اداس ہے

حزن وملال و رنج والم غم کا اک سماں پنہاں جو درد و کرب ہے کیسے کروں بیاں
وہ کیا گئے کہ روٹھ گئی جیسے جانِ جاں رنجور و نا صبور سبھی خورد اور کلاں
ناگاہ کیوں اٹھا ہے دلوں سے دھواں نہ پوچھ
کیوں نوحہ بن گیا ہے اچانک فغاں نہ پوچھ

وہ خود ادیب اورادب کے نقیب تھے　　راؔلح کی جاں اور نذؔر کے حبیب تھے
بزمِ ادب میں فکرعلی کے قریب تھے　　واللہ خوش نصیب تھے وہ بانصیب تھے
انسان تھا اک محاسنِ یزداں لئے ہوئے
قطرہ تھا اپنے ظرف میں دریا لئے ہوئے
کیسا تھا بزم بوالحسنؔ میں تیرا اعتبار　　اور رابطۂ ادب اسلامی میں باوقار
صدق وصفا میں جیسے صبا آئے مشکبار　　فیصلؔ کو تیری یاد رلائے گی باربار
آتی ہے ہر طرف سے صدا یہ جدھر گیا
اک پیکر خلوص جہاں سے گزر گیا

☆☆☆